امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف، پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72 — مورخہ ۱۲؍رجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۴؍فروری ۲۰۲۲ء روز سوموار — شمارہ نمبر 07

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، یادوں کے چراغ
- کتابوں کی دنیا، حکایات اہل دل
- طلبہ کے دینی واخلاقی تربیت……
- طرز فکر کو بدلئے، اسلام میں نکاح کی اہمیت
- مسلم دنیا کو جدید فکری و تہذیبی چیلینجیز
- اولاد کی تربیت کا اسلامی طریقہ
- اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

بین السطور

رجب سے متعلق احادیث

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

رجب کا مہینہ آگیا، شعبان اور پھر نیکیوں کا موسم بہار رمضان المبارک، تین مہینے مسلسل، رجب میں معراج، شعبان میں شب برأت اور رمضان، ہر پل ہر لمحہ رحمت پروردگار، کوئی اندازہ لگا سکتا ہے اللہ کے جود وعطا کا، اسی لیے بزرگوں سے منقول ہے کہ رجب سے ہی یہ دعا شروع کردی جائے کہ اے اللہ ہمارے لیے رجب وشعبان میں برکت عطا فرما اور رمضان المبارک تک ہمیں پہونچا دے؛ تاکہ ہم اس کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوسکیں اور نیک اعمال کے ذریعہ بخشش کا سامان کرسکیں، بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ رجب آتے ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگنا شروع کردیتے تھے، ایک زمانہ تک احقر بھی اسے حدیث ہی سمجھتا رہا اور اللہ معاف کرے مختلف موقعوں سے تقریروں وتحریروں میں نقل بھی کرتا رہا، لیکن جب چند سال قبل رمضان میں قطر حکومت کی دعوت پر ''احوال السلف فی رمضان'' پر خطاب کے لیے وہاں پہونچا اس سلسلہ کا ایک پروگرام ''فنار'' کے آڈیٹوریم میں تھا، میں نے اپنی گفتگو کا آغاز اسی حوالہ سے کیا اور پورے اعتماد سے کیا، کیوں کہ بعض بڑوں کی تحریروں میں اس دعا کی نسبت آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا، تقریر ختم ہوئی، افطار ونماز مغرب سے فراغت کے بعد باہر نکل رہا تھا کہ ایک شخص نے چلتے چلتے کان میں کہا کہ شیخ! یہ دعا بڑی پیاری ہے، لیکن نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح نہیں ہے، چونکا ضرور، مگر حیرت اس لیے نہیں ہوئی کہ ایسی بہت سی روایتیں حدیث کے طور پر زبان زد ہیں، لیکن ان کی کوئی بنیاد حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہے، میں نے فوراہی مولانا رحمت اللہ ندوی جو بڑے عالم ہیں اور قطر ہی میں مقیم ہیں سے اس کا تذکرہ کیا، دس منٹ نہیں گذرے تھے کہ انہوں نے وہاٹس ایپ پر پوری تخریج بھیج دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سلسلے کی وعیدیں ذہن میں آئیں کہ جس نے میری طرف قصداً جھوٹی بات منسوب کی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، خوف طاری ہوا، پھر ''متعمداً'' یعنی قصداً کی قید دیکھ کر اطمینان ہوا کہ میرا شماران میں نہیں ہے، اس لیے کہ میرا یہ عمل قصداً نہیں تھا، مولانا رحمت اللہ ندوی حفظہ اللہ نے جو بھیجا تھا وہ تو اب محفوظ نہیں، لیکن مطالعہ سے جو بات واضح ہوئی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کے ایک رواۃ زائدہ بن ابی الرقاد ہیں، جنہیں تہذیب التہذیب میں (۳۰۵،۳۰۴) حافظ نے اور التاریخ الکبیر (۳۳۳/۳ حدیث ۱۳۳۵) میں منکر الحدیث لکھا ہے، اس حدیث کے ایک راوی زیاد النمیری کو میزان الاعتدال (۹۱/۲) میں ضعیف قرار دیا ہے، یہی قول مجمع الزوائد (۳۸۸/۱۰) میں جمہور محدثین کا نقل کیا ہے، علامہ نووی نے الاذکار (ص ۱۸۹) ابن رجب نے لطائف المعارف (ص ۱۲۱) اور علامہ البانی نے ضعیف الجامع (۴۳۹۵) میں اسے ضعیف قرار دیا ہے، البتہ دعا کے الفاظ جو ہیں ان کے ذریعہ دعا مانگنے میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے، کیوں کہ دعا اللہ سے مانگی جارہی ہے، اور برکت طلب کی جارہی ہے، ان میں کچھ بھی ممنوع نہیں، بلکہ مطلوب ہے، فنی اعتبار سے حدیث میں ضعف راوی کی وجہ سے آیا ہے، میرے مطالعہ میں کسی نے اس روایت کو موضوع نہیں قرار دیا ہے۔ رجب کے سلسلے میں دو اور احادیث کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، یہ روایتیں بھی مشہور ومعروف ہیں۔ ایک روایت تو وہ ہے جس میں ان پانچ راتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں دعا رد نہیں ہوتی، ان میں ایک رات رجب کی پہلی رات مذکور ہے، یہ روایت ابن عساکر کی تاریخ دمشق (۴۰۸/۱۰) میں موجود ہے، اس روایت میں ایک راوی ابوسعید بندار بن عمر الرویانی ہیں، ابن عساکر نے عبد العزیز النخشی کا قول نقل کیا ہے کہ بندار سے روایت نہ سنو، اس لیے کہ وہ کذاب ہے، اس روایت کے راوی ابوقعنب مجہول ہیں اور ایک راوی عبد القدوس کے حالات بھی پردہ خفا میں ہیں۔

ایک دوسری روایت بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے کہ ماہ رجب میں ایک دن اور ایک رات ایسی ہے، جس میں اگر کوئی روزہ رکھے اور رات کو عبادت کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے سو سال کے روزے رکھے اور سو سال قیام اللیل کیا، یہ رجب کی ستائیس تاریخ ہے، یہ روایت اس کے راوی بیاض اور اس کے بیٹا خالد کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، اس سلسلے کی تفصیلات تہذیب الکمال (۳۳۷/۷) تاریخ کبیر (۱۳۳/۸) الجرح والتعدیل (۱۳۸/۹) میزان الاعتدال (۲۴۰/۳) لسان المیزان (۲۴۲/۹) اور تقریب التہذیب (۳۳۱/۲) میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

دین سے دوری

کسی حکیم کے پاس ایک ضعیف، کمزور وناتواں انسان مرض کی تشخیص اور علاج کے لیے گیا، اس نے حکیم صاحب سے عرض کیا کہ بدن میں درد ہے، حکیم نے کہا: ضعف کی وجہ سے ہے، مریض نے کہا سر چکراتا ہے، حکیم نے کہا: ضعف کی وجہ سے ہے، مریض نے عرض کیا آنکھوں میں تارے ناچتے ہیں، اور پاؤں ڈگمگاتا ہے، حکیم نے کہا: ضعف کی وجہ سے ہے، مریض کو سخت غصہ آیا، اس نے کہا: تم نے پڑھا کیا ہے، تم کو خالی ضعف ہی یاد رہ گیا ہے، حکیم صاحب نے انتہائی تحمل، بردباری اور سنجیدگی سے کہا: یہ جھنجھلاہٹ بھی ضعف کی وجہ سے ہے۔

آج مسلم معاشرہ میں کم وبیش جو برائیاں پھیلی ہوئی ہیں، ان کے اسباب وعلل پر جتنا غور کیجئے، اور جتنا بھی تجزیہ کیجئے اس کا جواب اس حکیم کی طرح ایک ہی سمجھ میں آتا ہے اور وہ ہے مکمل دین سے دوری اور مذہبی بیزاری، سماج میں کہیں ظلم ہورہا ہے، دین سے دوری کی وجہ سے، رشوت، سودخوری، ناپ تول میں کمی بیشی، ملاوٹ کیا جارہا ہے، دین سے دوری کی وجہ سے، جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، بددیانتی، غداری، دغابازی، بہتان، چغل خوری اور آپسی جھگڑے عام ہیں، جواب ہے دین کی دوری کی وجہ سے، دورخاپن بدگمانی، غیر ضروری مداحی، خوشامد، بخل، حرص وطمع بے ایمانی اور چوری نے سماج میں اپنی جگہ بنالی ہے، اور لوگ تیزی سے اس طرف بھاگ رہے ہیں، دین سے دوری کی وجہ سے، غیظ وغضب، بغض وکینہ، ظلم، فخر وغرور، ریا، خود پسندی، خودنمائی، فضول خرچی حسد اور فحش گوئی انسانوں کا مزاج بن گیا، جواب ایک اور صرف ایک ہے، دین سے دوری کی وجہ سے آج زبان کی سچائی، دل کی سچائی، عمل کی سچائی کا وجود نظر نہیں آتا، عفت وپاکبازی، شرم وحیا، رحم، عدل وانصاف، عہد کی پابندی دیکھنے کو نہیں ملتی، احسان، عفو ودرگذر، حلم وبردباری، انس ولطف، تواضع وخاکساری، خوش کلامی، ایثار، اعتدال، اور میانہ روی، خودداری یا عزت نفس، شجاعت اور بہادری، استقامت اور حق گوئی کے واقعات صرف کتابوں میں ملتے ہیں، عملی زندگی میں یہ قصہ پارینہ بن گئے ہیں، گویا مسلم معاشرہ میں مکارم اخلاق اور حقوق وفرائض کی ادائیگی کا دروازہ بند ہوتا جارہا ہے اور یہ متاع بے بہا، نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہوگیا ہے، اور اس کی جگہ رذائل تیزی سے لیتے جارہے ہیں، جو لوگ آج بھی فضائل اخلاق کو پکڑے ہوئے ہیں، وہ سماج کی نظر میں دقیانوس، لکیر کے فقیر اور بیوقوف سمجھے جاتے ہیں، اس سوچ نے سماج کو راہ راست پر آنے سے دور کر رکھا ہے، اسلام جو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے آیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر اعلان کیا تھا کہ ''میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ حسن اخلاق کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اتنا غلبہ تھا کہ کوئی وارد وصادر بھی بادی النظر میں اسے دیکھ کر محسوس کرسکتا تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے اسلام لانے سے قبل جب اپنے بھائی کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات کی تحقیق اور دریافت حال کے لیے بھیجا تو ان کے بھائی نے آکر جو رپورٹ پیش کی اس کا ایک جملہ تھا ''میں نے ان کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں'' اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے، جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو''۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا۔ ''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں''۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ ''جب نامۂ اعمال تولے جائیں گے تو ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی، اس لیے کہ حسن خلق والا اپنے حسن خلق کی بدولت ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔

ہم جب دین سے دور ہوگئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات کو فراموش کر بیٹھے تو اس کے نتیجے میں سارا معاشرہ فساد وبگاڑ، اخلاقی انارکی اور رذائل کی آماجگاہ بن گیا، اس لیے مسلم معاشرہ میں پھیلی برائیوں کو اگر دور کرنا ہے تو اس کا ایک اور صرف ایک طریقہ ہے اور وہ ہے دین کے ہر ہر جز پر عمل کے لیے اپنے کو آمادہ اور تیار کرنا، امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ جس کے بنیادی مقاصد میں تنفیذ شریعت علی منہاج النبوۃ، یعنی شریعت کا نفاذ نبوی طریقۂ کار کے مطابق ہے، وہ مسلسل اس میدان میں کام کررہی ہے، اور وہ چاہتی ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ اس مہم کا حصہ بنیں، علامتی نہیں، حقیقی، یہ وقت کی ضرورت بھی ہے اور ایمان کا تقاضہ بھی۔

اچھی باتیں

''کسی کے مرنے سے کئی لوگ ''مر'' جاتے ہیں اور کسی کی موت سے بہت سے لوگوں کو ''زندگی'' مل جاتی ہے ☆ جھوٹ بولنا چھوڑ دیجئے پھر دیکھیے کیسے بات میں اثر اور دعاؤں میں قبولیت آتی ہے ☆ کبھی کسی کی کمزوری کا مذاق نہ اڑائیں، یہ وہ گناہ ہے جس کی سزا اللہ تعالیٰ اکثر دنیا میں ہی دیدیتے ہیں ☆ تہجد وہ مرہم ہے جس کے بعد نہ کوئی زخم ستاتا ہے نہ کوئی غم رلاتا ہے ☆ اللہ کی نعمتیں کھا کھا کر دانت ٹوٹ گیے، مگر زبان اس کی ناشکری سے باز نہیں آتی''۔ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''اتر پردیش میں چناؤ کا اعلان ہوتے ہی سیاسی رہنماؤں کی اخلاقیات، عزت، سچائی، ایمانداری اور عقیدت سامنے آنے لگی ہے، ہر دن کسی نہ کسی سیاسی جماعت کے رہنما کسی دوسری سیاسی جماعت کا ہاتھ تھامتے نظر آرہے ہیں، حیرت کی بات یہ ہے کہ حکمراں جماعت (بھاجپا) میں دوسری سیاسی جماعتوں کے مقابلے کچھ زیادہ بھگدڑ مچی ہوئی ہے، اب تک تقریبا پندرہ بھاجپا کے ارکان اسمبلی پارٹی چھوڑ کر سماجوادی پارٹی میں شامل ہوچکے ہیں''۔ (اداریہ راشٹریہ سہارا ۱۴؍جنوری)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

شراب اور جوئے کی حرمت

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں، لیکن ان کا گناہ ان کے فائدوں سے بڑھ کر ہے'' (بقرہ: ۲۲۰)

وضاحت: سماجی برائیوں میں شراب نوشی اور جوا ایسی برائی ہے، جس سے انسانی برادری تباہی و بربادی کی راہ پر چل پڑتی ہے، اس لئے قرآن مجید میں ان دونوں کی قباحت وشناعت بیان کی گئی ہے، شراب نوشی میں انسان کو وقتی لذت وسرور حاصل ہوتا ہے، لیکن اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے، اچھے اور برے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے، انسان تخریب کاری کا عادی ہو جاتا ہے، چوری، ٹھگی حتی کہ قتل وغارت گردی تک کی نوبت آجاتی ہے، اس کی مضرتوں کو بیان کرتے ہوئے شیخ محمد علی الصابونی نے لکھا کہ ''شراب عقل کو زائل، صحت کو از کار رفتہ اور مال کو برباد کردیتی ہے اور جب عقل ضائع ہو جاتی ہے تو جرائم وکرائم بڑھتے ہیں اور بد خلقی اور مجنونانہ افعال رونما ہوتے ہیں، ایک شرابی کے لئے یہی کافی ہے کہ فقدان عقل کے سبب نفع بخش اور مضرت رساں چیزوں میں فرق اور گندگیوں میں تمیز نہ کر سکے'' (روائع البیان: ۱/۵۶۸) لیکن افسوس یہ ہے کہ ان واضح نقصانات کے باوجود انسان انجام سے غافل ہو کر شراب نوشی کرتا ہے، جس سے اس کی اخلاقی پستی بڑھتی جارہی ہے، جن ممالک میں مے نوشی عام ہے، وہاں جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے، جب بعض مغربی ممالک نے اس کے برے نتائج کا شاہدہ کیا تو اس کے خلاف امتناعی قانون وضع کیا لیکن اسلام نے بہت پہلے معاشرہ سے اس خبیث عادت کو اکھاڑ پھینکنے کا حکم دیا جو اس کے مرتکب ہیں، ان کے لئے سزائیں مقرر کیں، تاکہ دوسروں کے لئے عبرت ہو، جب شراب کی حرمت کا حکم آیا تو لوگ اس سے کنارہ کش ہو گئے چشم فلک نے دیکھا کہ مدینہ کی گلیاں شراب کی نالی بن گئیں، صراحیاں، پیالیاں اور مٹکے توڑ ڈالے، روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں ابو طلحہ اور ابو عبیدہ بن الجراح کو انگور اور کھجور کی شراب پلا رہا تھا کہ ان کے پاس ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ شراب حرام کردی گئی ہے تو ابو طلحہ نے کہا، اے انس اٹھو اور ان مٹکوں کو توڑ ڈالو تو میں نے اپنی پتھر کی ہاون اوکھل لے کر اس کے نچلے حصے سے مٹکوں کو ایسا مارا کہ وہ سب ٹوٹ گئے'' (السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، ص: ۱۷) اس طرح حرمت کا حکم آتے ہی لوگوں نے اسے یکسر ترک کردیا اور امت پر شراب نوشی کو حرام قرار دیدیا گیا، اسی لئے ایک انگریز قانون داں بنتام نے لکھا ہے کہ اسلامی شریعت کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں شراب حرام ہے، ہم نے دیکھا کہ جب افریقہ کے لوگوں نے اسے استعمال کرنا شروع کیا تو ان کی نسلوں میں پاگل پن سرایت کرنے لگا اور یورپ کے جن لوگوں کو اس کا چسکہ لگ گیا، ان کی بھی عقلوں میں تغیر آنے لگا، لہذا افریقہ کے لوگوں کے لئے بھی اس کی ممانعت ہونی چاہئے اور یورپین لوگوں کو بھی اس پر شدید سزائیں دینی چاہئے، یہ خوش آئند بات ہے کہ بہار کی حکومت نے شراب نوشی پر پابندی عائد کردی ہے، جس کے اچھے اثرات نمایاں ہو رہے ہیں، اگر ملک کی تمام ریاستوں میں اس طرح کے امتناعی قوانین کا نفاذ ہو جائے تو برائیوں پر کسی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید نے جوئے کو تمدن ومعاشرت کے لئے سخت مہلک قرار دیا کیونکہ اس سے لڑائی جھگڑے اور فتنہ وفساد برپا ہوتے ہیں، ہارنے والے کو طبعی طور پر جیت جانے والے سے نفرت وعداوت پیدا ہوتی ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ انسانی سماج، خانہ جنگی کا شکار ہو جاتا ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے جوا کھیلنے کی سختی سے ممانعت فرمائی۔

خندہ پیشانی سے ملتے رہئے

''حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ''میرے اسلام لانے کے بعد سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی مجھے دیکھا تو خندہ پیشانی سے ملے'' (مسلم شریف)

مطلب: ہنستے، مسکراتے رہئے، یہ زندہ دلی اور پاکیزگی روح کی علامت ہے، خاص کر لوگوں سے ملنے جلنے کے وقت خوشدلی کا مظاہرہ کیجئے، اس سے انسان کی شخصیت بلند و برتر ہوتی ہے، جو لوگ خندہ روئی اور شگفتہ روی سے ملتے جلتے ہیں، آپ دیکھیں گے کہ لوگ ان سے محبت بھی کرتے ہیں اور قربت بھی اختیار کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ جب آپ ان کے مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھیں گے تو آپ پر اس کے خوشگوار اثرات پڑیں گے، اس طرح حلم و بردباری خوش خلقی اور خندہ روئی سے انسان کا اخلاقی حسن دوچند ہو جاتا ہے جو کہ نیکو کاروں کی صفت ہے، اس لئے ایک حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ معمولی سی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو، خواہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا ہو، دراصل یہی وہ اسلامی معاشرہ ہے جسے وجود میں لانے اور برپا کرنے کا بکثرت نصوص میں حکم دیا گیا اور جس کی طرف اسلام کے تربیتی اصول رہنمائی کرتے ہیں تاکہ دوسرے معاشروں کے درمیان اس معاشرہ کی ایک امتیازی شان ہو، وہ معاشرہ جن میں انسان جذباتی ناآسودگی اور بے مائیگی میں زندگی گذارتا ہے وہ کسی خویش واقادیت اور دوست سے ملتے وقت بے رخی اختیار کرتا ہے، یا منہ پھیر کر، تیور چڑھا کر رہتا ہے، وہ ہمہ تن حیران و پریشان رہتا ہے، ایسے لوگوں کے چہروں پر افسردگی چھائی رہتی ہے، مادی زندگی نے ان کے جذبات کے شعلوں کو سرد کردیا، اس لئے عام طور پر لوگ ان سے ملنا جلنا کم رکھتے ہیں اور جو مسکراتے ہوئے ملتے ہیں، ان کے چہرے گلاب کی مانند کھلے رہتے ہیں، البتہ خوش طبعی میں حد سے تجاوز نہ کرے، بے احتیاطی کے ساتھ ٹھٹھی نہ کرتا پھرے، اس سے وقار واعتبار مجروح ہوتا ہے، اعتدال وتوازن کو ہر حال میں برقرار رکھنا چاہئے، اکثر یہ دیکھا گیا کہ بہت سے لوگ دوستوں کی مجلسوں میں خوش مزاج رہتے ہیں، لیکن گھر پہونچتے ہی ان کا تیور بدل جاتا ہے، بیوی وبچوں کے درمیان تندخو ہو جاتے ہیں، بات بات میں جھڑکتے، ڈانٹتے رہتے ہیں، یہ اچھی بات نہیں ہے، تنبیہ کے وقت ضرور تادیب ہو، مگر ہر وقت تیور چڑھانے نہ رہئے، بال بچوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنا بھی نیکی ہے، حضرت لقمان نے اپنے بیٹوں کو جو نصیحتیں کیں ان میں ایک بات یہ بھی کہی کہ ''وَلاَ تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ'' لوگوں سے منہ پھلا کر بات نہ کیا کرو، جب عام لوگوں سے منہ بسور کر بات کرنے سے منع کیا گیا تو گھر والوں سے تو ہرگز نہیں کرنا چاہئے، دیکھئے زندگی تھوڑی ہے، ہنستے، مسکراتے گذاریئے، اس لئے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مسکرا کر ملتے تھے جس سے دل پر پرکیف اثر ظاہر ہوتا تھا۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

گھر کی چھت پر خواتین کا نماز پڑھنا

س: جاڑے کے موسم میں گھر کی چھت پر عورتیں دھوپ میں بیٹھتی ہیں، نماز کا وقت ہوتا ہے تو چھت پر ہی نماز پڑھ لیتی ہیں، چھت چاروں طرف سے اونچی دیوار کے ذریعہ گھری ہے، جس سے بے پردگی نہیں ہوتی ہے، ایسی صورت میں نماز درست ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ کھلے آسمان کے نیچے عورتوں کی نماز درست نہیں ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں جبکہ چھت کی چاروں طرف سے اونچی باؤنڈری کردی گئی ہے جس کی وجہ سے بے پردگی کا کوئی احتمال نہیں ہے، تو ایسی صورت میں عورت کے لئے گھر کی چھت پر کھلے آسمان کے نیچے نماز پڑھنا شرعاً جائز ودرست ہے، البتہ حدیث پاک میں عورت کا اپنے گھر کی کوٹھری میں نماز ادا کرنا افضل قرار دیا گیا ہے، اس لئے وہ کوٹھری میں نماز ادا کریں تو بہتر ہے: ''عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: صلاۃ المرأۃ فی بیتہا افضل من صلاتہا فی حجرہا وصلاتہا فی مخدعہا افضل من صلاتہا فی بیتہا'' (سنن ابی داؤد: ۵۷۰، ۱/۸۴، کتاب الصلاۃ)

امام پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا تو مقتدی کیا کرے

س: عشاء کی نماز میں امام صاحب غلطی سے پانچویں رکعت کیلئے کھڑے ہو گئے، لقمہ دینے کے بعد بھی نہیں بیٹھے، کچھ مقتدی بھی امام کی متابعت میں کھڑے ہو گئے، جبکہ کچھ امام کے سجدہ میں جانے کے بعد خود سے سلام پھیر کر نماز مکمل کرلی، ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں اگر امام چوتھی رکعت میں قعدہ اخیرہ کئے بغیر پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور لقمہ دینے کے بعد بھی نہیں بیٹھا یہاں تک کہ اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کرلیا تو ایسی صورت میں امام ومقتدی سب کی نماز فاسد ہو گئی، ان مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو گئی، جنہوں نے تنہا تنہا سلام پھیر کر اپنی نماز مکمل کی اس لئے کہ امام کے قعدہ اخیرہ ''جو فرض ہے'' کے فوت ہونے سے سب کی نماز فاسد ہو گئی۔

اور اگر امام قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کرلیا تو ایسی صورت میں جو مقتدی حضرات بیٹھے ہوئے خود ہی سلام پھیر کر نماز مکمل کرلی، ان کی بھی نماز صحیح ہو گئی اور امام صاحب اور ان کی متابعت میں کھڑے لوگوں کی نماز بھی سجدہ سہو کے بعد صحیح ہو گئی:

''قال فی شرح المنیۃ ثم فی القیام الی الخامسۃ ان کان قعد علی الرابعۃ ینتظرہ المقتدی قاعداً فان سلم من غیر اعادۃ التشہد سلم المقتدی معہ و ان قید الخامس بسجدۃ سلم المقتدی وحدہ و ان کان لم یقعد علی الرابعۃ فان عاد تابعہ المقتدی و ان قید الخامسۃ فسدت صلاتہم جمیعا و لاینفع المقتدی تشہدہ وسلامہ وحدہ'' (الدر المختار مع رد المحتار، جلد ۲)

امام کی پانچویں رکعت میں اقتدا

س: اگر امام غلطی سے پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور اس زائد رکعت میں کوئی شخص آکر نماز میں شامل ہوا تو اقتدا درست ہے یا نہیں؟

ج: صورت مسئولہ میں امام اگر قعدہ اخیرہ کئے بغیر غلطی سے پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہوا اور کوئی آدمی اس رکعت میں امام کے ساتھ نماز میں شامل ہوا تو اس مسبوق کی نماز اس وقت صحیح ہوگی، جبکہ امام پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے واپس آکر بیٹھ جائے اور اگر امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا یا قعدہ اخیرہ کے بعد کھڑا ہوا تھا تو مسبوق کی اقتدا درست نہیں ہوگی اور اس کا فرض ادا نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ فرض پڑھنے والے کا نفل میں اقتدا ہے جو جائز نہیں ہے:

''اذا قعد فی الرابعۃ قدر التشہد وقام الی الخامسۃ ساہیا و اقتدیٰ بہ رجل لایصح اقتداؤہ ولو عاد الی القعدۃ، لانہ لما قام الی الخامسۃ فقد شرع فی النفل فکان اقتداء المفترض بالمتنفل ولو لم یقعد مقدار التشہد صح اقتداؤہ، لانہ لم یخرج من الفرض قبل ان یقیدہا بسجدۃ'' (البحر الرائق، باب سجود السہو: ۲/۱۸۶)

امام کی پانچویں رکعت میں مسبوق کی متابعت

س: مسبوق (جن کی چند رکعتیں چھوٹ گئی ہوں) اگر پانچویں رکعت میں امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے، تو اس کی نماز درست ہے یا نہیں؟

ج: اگر امام چوتھی رکعت میں مقدار تشہد کے بعد پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہوا ہے اور مسبوق بھی اس کی اقتدا میں کھڑا ہو گیا تو ایسی صورت میں مسبوق کی نماز فاسد ہو گئی اور اگر امام چوتھی رکعت پر بیٹھے بغیر کھڑا ہو گیا تو جب تک وہ پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کرلے مسبوق کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور جب امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو سب کی نماز نفل ہو جائے گی، اب اگر امام نے چھٹی رکعت بھی ملالی تو مسبوق امام کی متابعت کرے گا اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی باقی رکعت بھی پوری کرے گا اور یہ نماز اس کے حق میں بھی نفل ہوگی، امام ومقتدی بشمول مسبوق سب پر لازم ہے کہ اس فرض نماز کو دوبارہ نئے سرے سے پڑھیں: ''ولو قام امامہ لخامسۃ فتابعہ ان بعد القعود تفسد والا لا، حتی یقید الخامسۃ بسجدۃ، قولہ (ان بعد القعود) ای قعود الامام القعدۃ الاخیرۃ قولہ (تفسد) ای صلاۃ المسبوق لانہ اقتداء فی موضع الانفراد، ولان اقتداء المسبوق بغیرہ تفسد، قولہ (والا) ای وان لم یقعد وتابعہ المسبوق لاتفسد صلاتہ...... فان قیدہا بسجدۃ انقلبت صلاتہ نفلا، فام ضم الیہا سادسۃ ینبغی للمسبوق أن یتابعہ ثم یقضی ماسبق بہ وتکون لہ نافلۃ کالامام'' (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۵۰) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 07 مورخہ ۱۲؍رجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۴؍فروری ۲۰۲۲ء روز سوموار

نشہ کا کھیل

بہار حکومت نے شراب پر پابندی لگادی ہے اوراس پابندی کو نافذ کرنے کے لیے حکومت کی مشینری پورے طور پر سرگرم عمل ہے، اس کے باوجود شراب کے استعمال اوراس کے نقل وحمل کی خبریں اخبارات اورسوشل میڈیا میں آتی رہتی ہیں، باخبر ذرائع کے مطابق اب بہار میں شراب کی جگہ دیگر نشہ آور اشیاء نے لے لی ہیں اور بڑے پیمانے پر ان کا استعمال ہونے لگا ہے، ان نشہ آور اشیاء میں سرفہرست براؤن شوگر ہے، بھاگل پور، پٹنہ اور مظفر پور کے ساتھ دوسرے اضلاع میں بھی اسمگلنگ کے ذریعہ اسے پہونچایا جارہا ہے، اس کی رسائی مغربی بنگال اور جھارکھنڈ کے دھندہ بازوں کے توسط سے بہار کے مختلف اضلاع میں ہو رہی ہے اور کم ازکم ہر ماہ پچاس کروڑ روپے براؤن شوگر کی کھیپ بہار میں کھپ جاتی ہے، دینک بھاسکر کے ایک سروے کے مطابق پٹنہ اور مظفر پور کے کئی علاقوں میں اس کی سپلائی عام ہے، ظاہر ہے اس سپلائی میں پولیس عملہ کا بھی ہاتھ ہوتا ہے اوراس کی حصہ داری اس کاروبار میں کم وبیش پچیس فی صد تک کی ہوتی ہے، جیسا کہ دینک بھاسکر کو ایک اسمگلر نے بتایا۔ تحقیق کے مطابق سالانہ چھ سو کروڑ روپے کا براؤن شوگر کا دھندہ بہار میں ہوتا ہے، ہر ماہ چالیس ہزار روپے کم وبیش نزدیکی پولیس تھانے کو دیے جاتے ہیں، اس کی وجہ سے اس کاروبار سے منسلک مجرمین پکڑے نہیں جارہے ہیں، گذشتہ دو سال میں اس کاروبار سے لگے صرف چوبیس (۲۴) لوگ پکڑے جاسکے ہیں اورصرف دو کلو براؤن شوگر کو اس درمیان پولیس نے ضبط کیا ہے، یہ ایک افسوسناک سچائی ہے۔

براؤن شوگر انتہائی خطرناک اور قیمتی نشہ ہے، یہ ہماری نئی نسل کو تباہ کررہا ہے، شروع میں اسے ایک سے دو بار یومیہ لوگ استعمال کرتے ہیں، پھر یہ عادت ایسی بن جاتی ہے کہ پانی میں گھول کر رگوں میں بطور انجکشن لینے لگتے ہیں، اس سے جسمانی اعصاب تو تباہ ہوتے ہی ہیں، دماغ کے سوچنے، سمجھنے کی صلاحیت بھی ختم ہوجاتی ہے، دھیرے دھیرے انسان اس قدر عادی ہوجاتا ہے کہ نہ ملنے پر بے ہوش ہوجاتا ہے اور کبھی مایوس ہوکر خودکشی کی طرف قدم بڑھاتا ہے، یہ خودکشی نہ بھی کرے تو وہ چلتی پھرتی لاش بن کر رہ جاتا ہے، عام مارکیٹ میں ایک کلو براؤن شوگر کی قیمت نوے لاکھ سے ایک کروڑ روپے تک ہوتی ہے، چھوٹی سی پُڑیا کے حصول میں ڈھائی سو سے تین سو روپے خرچ ہوتے ہیں، اس طرح اس نشہ کا استعمال کرنے والا جلد ہی مالی اعتبار سے بھی قلاش ہوجاتا ہے۔

اسلام نے انسانی اعصاب اور ذہن ودماغ کی حفاظت کے نقطۂ نظر سے نشہ کو حرام قرار دیا ہے، اوراس کی لت نہ لگے اس کے لیے نشہ آور چیز کی چھوٹی بڑی تمام مقدار کو ممنوعات کے دائرے میں رکھا ہے، اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے انسان اس بُری لت سے پیچھا چھڑا سکتا ہے، خارجی طور پر حکومت کو چاہیے کہ وہ شراب سے زیادہ براؤن شوگر کے نقل وحمل اور استعمال پر نگاہ رکھے، پولیس اور تھانہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور ایسے اسمگلروں کو پکڑ کر عبرتناک سزا دے تاکہ اس کی طرف لوگوں کی رغبت باقی نہ رہے، شراب پر پابندی لگا کر دیگر نشہ آور اشیاء کے استعمال سے آنکھ بند کرلینا کسی بھی طرح دانشمندانہ عمل نہیں ہے۔

انتخابی منظرنامہ

ملک کی پانچ ریاستوں اترپردیش، پنجاب، اتراکھنڈ، گوا اور منی پور میں رواں ماہ میں انتخابات ہونے ہیں، پنجاب کو چھوڑ کر بھی ریاستوں میں بھاجپا حکومت میں ہے، اس کی جوڑ توڑ کے طریقۂ کار نے اسے اقتدار تک پہونچانے میں نمایاں رول ادا کیا ہے، اس وقت سب کی نظریں اترپردیش پر لگی ہوئی ہیں، کیوں کہ یہ غلط بات لوگوں میں مشہور ہے کہ مرکزی حکومت کے اقتدار کا راستہ اترپردیش سے گذرتا ہے اور جو پارٹی یہاں حکمراں ہوتی ہے وہی دہلی میں برسر اقتدار آتی ہے، حالاں کہ اس کی حیثیت غلط فہمی سے زیادہ کچھ نہیں، اترپردیش میں ملائم سنگھ، اکھلیش یادو، مایاوتی کی حکومت رہی لیکن مرکز میں بی جے پی اوراس کی حلیف جماعتیں راج کرتی رہیں، البتہ یہ بات سچ ہے کہ یہاں پارلیامنٹ کی سیٹیں زیادہ ہیں اوراگر عوام مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے انتخابات میں الگ الگ ترجیحات کو سامنے نہ رکھے تو ارکان کی مجموعی تعداد پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ اس وقت اترپردیش میں کانگریس اور مایاوتی نے الگ الگ تال ٹھوک رکھا ہے، بھاجپا اور سماجوادی پارٹی کی بنیاد مضبوط ہے اوراسد الدین اویسی کی اے آئی ایم آئی ایم بھی بہت سارے حلقوں سے قسمت آزمائی کررہی ہے، بظاہر مقابلہ بھاجپا اور سماجوادی پارٹی کے درمیان ہے، چند سیٹیں اے ایم آئی ایم کو بھی آجائے تو حیرت نہیں ہونی چاہیے، کانگریس میں پرینکا گاندھی وہاں سے وزیر اعلیٰ کا چہرہ ہیں اوران کی محنت بھی اچھی ہے، انہیں اپنے بھائی راہل گاندھی کی بھی حمایت حاصل ہے، لڑکی ہوں، لڑسکتی ہوں کہ پرینکا گاندھی کے نعرے نے خواتین میں ایک نیا جوش پیدا کیا ہے، بھاجپا کو اندرونی خلفشار کا سامنا ہے اوراس کے کئی قدآور نیتا سماج وادی میں جاچکے ہیں، اس بھگدڑ کا فائدہ بھی سماج وادی پارٹی کو دکھتا نظر آرہا ہے۔

پنجاب میں کانگریس کی حکومت ہے، موجودہ وزیر اعلیٰ چنّی کو ہی کانگریس نے اگلی حکومت کا سربراہ متعین کیا ہے، وہاں پارٹی کی جیت کے آثار واضح تھے، کسانوں کی تحریک میں پنجاب کا جو حصہ رہا ہے اس کا فائدہ بھی اس کو ملنا طے تھا، لیکن نوجوت سنگھ سدھو نے اپنی پارٹی کے خلاف جو محاذ کھول رکھا ہے، وزیر اعلیٰ کی کرسی تک نہیں پہونچنے کا جو انہیں صدمہ ہے اس سے پارٹی کمزور ہورہی ہے، یہاں بھاجپا، اکالی دل بہوجن سماج پارٹی اور دو علاقائی پارٹیوں کے ساتھ عام آدمی پارٹی بھی قسمت آزمارہی ہے، سیاسی تجزیہ نگاروں کی رائے ہے کہ یہاں عام آمی پارٹی کی زمین بھی مضبوط ہے، اس لئے وہ کانگریس کو ٹکر دے سکتی ہے، بھاجپا اور دیگر پارٹیوں کی یہاں دال گلتی نظر نہیں آتی، سدھو سیاسی دانشمندی سے کام لیں تو یہاں پارٹی دوبارہ برسر اقتدار آنے کے امکانات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اتراکھنڈ میں بھاجپا کی حکومت ہے، لیکن بھاجپا کی قیادت اس سے مطمئن نہیں ہے، کم وقفہ ہیں، دو وزیر اعلیٰ یہاں برلے جاچکے ہیں، یہاں بھاجپا سے اقتدار صرف کانگریس ہی چھین سکتی تھی، لیکن عام آدمی پارٹی کے داخل ہوجانے کی وجہ سے بی جے پی کو فائدہ پہونچنے کا امکان ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ یہاں مقابلہ سہ رخی ہوجائے۔

گوا میں بھاجپا کی حکومت گورنر کی مہربانی سے بن گئی تھی، یہاں اسمبلی کی صرف چالیس سیٹ ہے، ان سیٹوں سے زیادہ یہاں قومی اور علاقائی سیاسی پارٹیاں ہیں، بھاجپا اور عام آدمی پارٹی کے علاوہ یہاں شیوشینا اور شرد پوار کی ایس سی پی یہاں مشترکہ طور پر انتخاب لڑ رہی ہے، یہاں مقابلہ کثیر جماعتوں کے درمیان ہے، ترنمول کانگریس نے بھی یہاں امیدوار کھڑے کرنے کا فیصلہ کیا ہے، اس معابلہ میں کانگریس کا پلڑا ابھاری نظر آتا ہے کیوں کہ یہاں کی روایت فرقہ وارانہ بنیادوں پر رائے دینے کی نہیں رہی ہے، یہاں رام مندر، جے شری رام اور گئوماتا کے نعرے انتخابی دنگل میں ہلچل نہیں پیدا کرتے ہیں۔

منی پور بھی بھگوا دھاریوں کے ہاتھ میں ہے، یہاں مسلمانوں اور مساجد کے خلاف حالیہ دنوں میں تحریک چلائی گئی تھی، اس کے اثرات یہاں موجود ہیں، یہاں مسلمانوں کی آبادی اس قدر نہیں ہے کہ وہ ارکان اسمبلی کے انتخاب پر اثر انداز ہوسکیں، بھاجپا کو اس کا فائدہ مل سکتا ہے۔ انتخاب سے قبل ہی اکزٹ پول ٹی وی چینلوں پر آنے لگے ہیں، لیکن ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ میڈیا بکی ہوئی ہے اور فتح وشکست کے اس کے اعداد وشمار ماضی میں غلط ثابت ہوتے رہے ہیں، اس لیے کسی بھی تجزیہ کو حتمی اور آخری نہیں کہا جاسکتا، آخری مرحلہ میں رائے دہندگان کس نعرے سے متاثر ہوں گے، کہنا مشکل ہے، یہاں انتخابات میں ذات پات کا رول بھی نتیجہ خیز ہوتا ہے، مسلمان کم ہوں یا زیادہ، ہمارا مشورہ ہے کہ اپنی آرا کا سوچ، سمجھ اور متحد ہوکر استعمال کریں تو ان کی قوت وطاقت محسوس کی جاسکتی ہے، ورنہ بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے۔

اویسی پر حملہ

گذشتہ دنوں اے آئی ایم آئی ایم کے سربراہ جناب اسد الدین اویسی پر اترپردیش میں ہوئے قاتلانہ حملہ نے پورے ملک کو تشویش میں مبتلا کردیا ہے، پارلیامنٹ کے ارکان اور اسپیکر نے بھی اس بزدلانہ حملہ پر افسوس کا اظہار کیا ہے، خبروں کے مطابق وہ ہاپوڑ سے انتخابی جلسہ کر کے دہلی واپس ہورہے تھے تو ایک ٹول پلازہ پر صرف چھ فٹ کی دوری سے چار گولیاں چلائی گئیں، مجرمین دو تھے ایک کو اویسی کے ساتھیوں نے پکڑ لیا اور دوسرا سی سی کیمرے کی زد میں تھا اس لئے اس کی شناخت آسانی سے ہوگئی اوراسے دھر دبوچا گیا، دونوں مجرم اب جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہیں۔

اس حادثہ کے بعد مرکزی حکومت نے جناب اسد الدین اویسی کو زیڈ پلس سیکورٹی فراہم کرنے کا اعلان کیا، لیکن اسد الدین اویسی نے اسے لینے سے انکار کردیا، ان کا کہنا تھا کہ موت ایک بار ہی آتی ہے، اتنے قریب سے گولی چلنے پر اللہ نے ہمیں بچا لیا، وہ جب تک مجھ سے کام لینا چاہے گا، لے گا اور پھر واپس اپنے پاس بلالے گا، اس لئے ہمیں سیکورٹی نہیں چاہئے، جن لوگوں نے یہ حرکت کی اس پر یواے پی اے لگایئے اور مسلمانوں کو اے کیٹگری کا شہری بنایئے، جو لوگ نفرت پھیلا رہے ہیں ان پر پابندی لگایئے۔ میری جان اخلاق اور پہلو خان سے زیادہ قیمتی نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے ہتھیار بند لوگوں کے ساتھ چلتے ہوئے گھٹن محسوس ہوتی ہے، وزیر داخلہ امیت شاہ نے راجیہ سبھا میں ان سے درخواست کی کہ وہ اپنی جان کے تحفظ کے لیے حکومت کی جانب سے زیڈ پلس سیکوریٹی قبول کرلیں، لیکن اویسی اپنی ضد پر قائم ہیں کہ انہیں سیکوریٹی نہیں چاہیے۔

پالیامنٹ میں اسد الدین اویسی کی اس ولولہ انگیز تقریر اور یقین محکم نے پورے ہندوستان کا دل جیت لیا، ایک وہ منظر تھا کہ پارلیامنٹ میں جب یوگی آدتیہ ناتھ اپنے خلاف ہوئے معمولی حملہ پر زار وقطار رورہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر ہمیں تحفظ نہیں دیا گیا تو پارلیامنٹ کی رکنیت سے ہم استعفیٰ دیدیں گے، پارلیامنٹ کے ارکان نے یہ منظر بھی دیکھا کہ ایم آئی ایم کے سربراہ نے رونے کے بجائے زیڈ سیکورٹی تک واپس کرنے کا اعلان کیا ہے، ان کے اس رویہ اور پارلیامنٹ میں ان کی دانشمندانہ اور جرأت مندانہ تقریر سن کر کئی لوگوں کا خیال ہے کہ اترپردیش میں ان کی فتح شروع ہوگئی ہے، اسمبلی میں سیٹیں جتنی بھی آویں یا نہ آویں، لیکن ان کی اخلاقی فتح تاریخ کا حصہ بن گئی ہے جسے ان سے اب کوئی چھین نہیں سکتا ہے۔

حجاب پر سیاست

مسلم لڑکیوں کے لیے حجاب کا استعمال اور پردہ ان کی تہذیب وثقافت ہی نہیں، دینی تقاضے کا حصہ ہے، حجاب اور اسکارف استعمال کرنے والی عورتیں سماج میں باوقار سمجھی جاتی ہیں، لیکن فرقہ پرست طاقتوں کو مسلم لڑکیوں کا حجاب میں آنا گوارہ نہیں ہے، وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ اپنی گھر کی عورتوں کو نیم عریاں رکھنا اور دیکھنا پسند کرتے ہیں ویسے ہی مسلم لڑکیوں کے دیدار سے بھی وہ اپنی آنکھیں سینکیں، یہ ایک نفسیاتی برائی ہے، جو انسان کو جسمانی تلذذ اور عیاشی کا خوگر بنادیتا ہے، اسی لیے شریعت نے عورتوں کو پردہ کا حکم دیا، تاکہ وہ غیر مردوں کی ہوس بھری نگاہوں سے محفوظ رہیں، کرناٹک اور ملک کی کئی ریاستوں میں حجاب پر سیاست شروع ہوگئی ہے، کرناٹک میں حجاب پہن کر کئی اسکول اور کالج میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا ہے، مسلم لڑکیاں احتجاج کررہی ہیں، بھگوا بریگیڈ ان کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آرہا ہے، معاملہ عدالت میں ابھی زیر غور ہے، لیکن حجاب پر اس پابندی کی وجہ سے کرناٹک میں ہندو مسلم منافرت زوروں پر ہے، اب یہ تحریک پورے کرناٹک میں پھیل گئی ہے، حالات اس قدر خطرناک ہوگئے ہیں کہ حکومت نے تین دنوں کے لیے تمام تعلیمی ادارے بند کردیئے ہیں، عدالت میں سماعت چل رہی ہے، ابھی فیصلہ نہیں آیا ہے، عدالت نے اپنے تبصرے میں اس بات کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ حجاب مسلم لڑکیوں کا حق ہے اور قرآنی احکام کو بدلا نہیں جاسکتا، حجاب کے حق میں فیصلہ نہیں سنایا اور اگلی تاریخ مقرر کردی اور فیصلہ آنے تک مسلم طالبات کو مشورہ دیا کہ وہ فیصلہ آنے تک کوئی ایسا لباس پہن کر کلاس میں نہ جائیں جو انتشار کا سبب بنے؛ یعنی دبے لفظوں میں عدالت نے بھی حکمراں جماعت کی ہاں میں ہاں ہی ملایا ہے۔ دوسری طرف زعفرانی جماعت کے لوگوں کی ہلڑ بازیاں عروج پر ہیں اور یہ سب اسکول یونیفارم کے لزوم کے نام پر کیا جارہا ہے، لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ جب سکھ لڑکے پگڑی باندھ کر کلاس کرسکتے ہیں، برہمن جنیو دھارن کرسکتے ہیں، ہندو لڑکے اور لڑکیاں تلک لگاسکتے ہیں تو مسلم لڑکیوں کا حجاب کیوں یونیفارم کے خلاف سمجھ میں آرہا ہے۔ سچائی یہ ہے کہ ملک کو مذہبی منافرت کے اندھیرے میں دھکیلنے کی ایک منظم کوشش کی جارہی ہے، یہ ہندوستان کے مستقبل کے لیے اچھی علامت نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

باکمال صحافی - کمال خان

عظیم اور باکمال صحافی، این ڈی ٹی وی کے سینئر رپورٹر اور اپنے انداز پیش کش سے دنیا بھر میں مقبول ومعروف کمال حیدر خان عرف کمال خان کا ۱۴رجنوری ۲۰۲۲ء روز جمعہ صبح سویرے حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال ہو گیا، انہوں نے صبح کوئی چار بجے کے آس پاس سینے میں درد کی شکایت کی اور اسپتال پہونچنے سے پہلے ہی دم توڑ دیا، ان کی نماز جنازہ مشہور شیعہ عالم مولانا کلب جواد نے پڑھائی اور لکھنؤ کے عیش باغ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں اہلیہ روحی کمال اور ایک لڑکا امین کو چھوڑا۔

کمال خان کی ولادت لکھنؤ میں 1959 میں ہوئی، انہوں نے تعلیم کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے ایم اے کیا تھا، انہوں نے روسی زبان میں ماسکو یونیورسیٹ سے پوسٹ گریجویٹ کی سند بھی حاصل کی تھی، ان کا قیام زمانہ دراز سے بٹلر پیلیس کالونی لکھنؤ میں تھا، وہ گذشتہ تین دہائیوں سے این ڈی ٹی وی سے منسلک تھے اور غیر جانب دارانہ رپورٹ، تجزیے اور مخصوص انداز کی اپنی پیش کش کے لیے مشہور تھے، وہ اپنی رپورٹنگ کو دلچسپ بنانے کے لیے اردو شاعری کا سہارا لیتے اور ناظرین کا دل موہ لیتے، وہ رپورٹنگ سے پہلے اس سے متعلق کتابوں، تبصرے اور تجزیوں کا بھرپور مطالعہ کر لیتے اور ہر موضوع پر اپنی معلومات کے خزانے لٹاتے، اس کے لیے انہیں بہت محنت کرنی پڑتی تھی، اسی وجہ سے وہ اپنا وقت سیر وتفریح میں نہیں لگاتے تھے، کام اور کام سے فراغت کے بعد گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ آرام کرنا یہ ان کے نظام الاوقات کا حصہ تھا، این ڈی ٹی وی میں ملازمت سے قبل انہوں نے کئی اخبار میں کام کیا، ایک زمانہ میں وہ ہندوستان ایرونا ٹیکس لمٹیڈ میں روسی زبان کے مترجم ہوا کرتے تھے، انہوں نے امرت بازار پتریکا، نو بھارت ٹائمس اور اسٹار نیوز پر بھی کام کیا، کمال خان نے کبھی اپنے ضمیر کا سودا نہیں کیا، ان کے یہاں صحافت میں تعصب اور جانبداری دوسرے گناہوں کی طرح ایک بڑا گناہ تھا، اس لیے این ڈی ٹی وی میں آنے سے پہلے وہ مختلف اداروں کے لیے کام کیا، لیکن وہاں کے ماحول سے وہ مطمئن نہیں ہو سکے، بالآخر این ڈی ٹی وی آکر انہوں نے چین کی سانس لی اور آخری سانس بھی این ڈی ٹی سے منسلک رہتے ہوئے لی، اپنے مقصد سے وفاداری اسے کہتے ہیں، آخری دم تک وفادار۔

صحافت نے انہیں کیا کچھ دیا، اس کی تفصیلات تو ہمارے پاس موجود نہیں، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ عزت، شہرت، مقبولیت، ان کی دیوڑھی پر آکر براجمان ہو گئی، اور ان کی خدمات کے عوض انہیں متعدد انعامات اور اعزازات سے نوازا گیا، اس فہرست میں رام ناتھ گوینکا ایوارڈ اور صدر جمہوریہ نے ذریعہ گنیش شنکر ودیارتھی سمان بھی شامل ہے۔

کمال خان چہرے مہرے کے اعتبار سے بھی انتہائی وجیہ اور خوبصورت تھے، ان کے چہرے پر رعب، گفتگو میں نرمی، کام کے تئیں لگن اور عزت نفس کی حفاظت ان کی زندگی کے لوازمات میں تھے، وہ صحافیوں کی بے عزتی اور ترش روی پر بڑے بڑے سیاسی قائدین سے بھڑ جاتے تھے، اس لیے صحافی برادری میں ان کو ایک خاص مرتبہ حاصل تھا، ان کی زندگی سادہ تھی، اپنی اہلیہ روچی کمار کی وجہ سے وہ سبزی خور ہو گیے تھے، وہ صبح کی چہل قدمی کے بھی عادی تھے، لیکن اس کے باوجود وہ اچانک ہارٹ اٹیک میں مبتلا ہوئے چل بسے، صحت کو ٹھیک رکھنے کے جتنے طریقے اسباب کے درجے میں ہو سکتے ہیں وہ اسے برتا کرتے تھے، لیکن جب اللہ کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر کسی کی نہیں چلتی، کمال خاں کی ساری احتیاطی تدابیر دھری رہ گئیں اور موت کا فرشتہ انہیں لے کر چلتا بنا۔

کمال خان کی ساری قدر ومنزلت ان کی صحافت کی وجہ سے ہے، ان کی زندگی کا یہ پہلو اس لائق ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے، ان کے انتقال کے بعد جو تعزیتی بیانات آئے اس کی روشنی میں کمال خاں کی صحافی کی حیثیت سے ان کی خدمت وعظمت کو سمجھا جا سکتا ہے، ہردیش جوشی کہتے کہ ''سیاست، ثقافت اور معاشرت ہر موضوع پر کمال باتیں کرتے تو اپنا الگ نقش چھوڑ جاتے، ان کی قصہ گوئی کا انداز مسحور کن تھا اور ان میں خبروں کے سونگنے کی فطری صلاحیت تھی۔

کئی موضوعات پر ان کی رپورٹنگ آج بھی ناظرین کے دل ودماغ میں محفوظ ہے، انہوں نے بابری مسجد، تین طلاق پر جو رپورٹنگ کی وہ غیر جانبدارانہ صحافت کی ایک مثال ہے، لیکن ان کی وہ رپورٹنگ جو انہوں نے انتہائی خستہ حال پرائمری ایجوکیشن پر کیا تھا، آج بھی دماغ کو پریشان کرتی ہے، اس میں انہوں نے پرائمری اسکول کے اساتذہ کے انٹرویو لیے، سوالات پوچھے اساتذہ نے ان کے صحیح جواب نہیں دیا، ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ ثانیہ مرزا کون ہے؟ کئی استاذ کا جواب تھا مرزا غالب کی رشتہ دار، خوب ہنسی پڑی، لیکن دل رو دیا، جب انہوں نے کہا کہ ہنس لیا، بہت مزہ آیا، جب جی بھر کر ہنس لیں تو ان لاکھوں بچوں کے لیے دو آنسو بھی بہا لیجئے گا، جنہیں ایسے اساتذہ پڑھا رہے ہیں اور واقعی پرائمری ایجوکیشن کی اس حالت زار پر آنکھیں خون کے آنسو بہانے لگیں۔

ایسے تھے کمال خان، کمال ہی نہیں باکمال بھی، ان کو سچی خراج عقیدت یہ ہے کہ صحافت میں ان کے طریقے اور روش کو اپنایا جائے، ان کو سمجھنے سننے اور دیکھنے کے لیے سوشل میڈیا کے اس دور میں زیادہ پتہ ماری کی بھی ضرورت نہیں ہے، یو ٹیوب پر سب موجود ہے۔

کتابوں کی دنیا

: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

جہانِ آرزو

محترم جناب محمد نجم الثاقب آرزو (ولادت ۱۶رنومبر ۱۹۵۸) بن الحاج محمد زکریا مرحوم دربھنگہ کی مشہور ومعروف بستی رسول پورنستہ کے رہنے والے ہیں، تعلیم کے اعتبار سے زولوجی میں ایم اس سی ہیں، لیکن شاعری اردو میں کرتے ہیں، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے قائم کردہ قاضی احمد ڈگری کالج جالے میں زولوجی کے پروفیسر ہیں، کاروبار اینٹ بھٹہ کا کر رکھا ہے، دیندارانہ مزاج اور شریفانہ اخلاق واطوار کی وجہ سے علاقہ میں معروف ومشہور ہیں، حق بولنا اور حق کے لئے لڑنا بھی جانتے ہیں، صلبی اولاد تو کوئی ہے نہیں، اللہ کی مرضی، اپنی شاعری کو ہی اپنی اولاد سمجھتے ہیں، کیونکہ ادب کی زبان میں یہ بھی ایک تخلیقی عمل ہے، حالاں کہ اصل خالق تو اللہ ہی ہے، مجازاً بہت سارے لفظوں کا اطلاق غلط صحیح دوسری چیزوں پر بھی کیا جانے لگا ہے، جناب آرزو کا ''جہان آرزو'' عرف کے اعتبار سے ایک شعری تخلیق ہے۔

ایک سو برانوے (۱۹۲) صفحات پر مشتمل ''جہان آرزو'' کا انتساب جناب آرزو نے اپنے گاؤں رسول پورنستہ کے نام کیا ہے، جس کی گود میں آرزو پلے بڑھے، یہ انتساب ان کی جائے پیدائش سے والہانہ محبت اور غیر معمولی تعلق کا اظہار ہے، کتاب کا آغاز اپنی بات سے ہوتا ہے، جس میں شاعر نے اپنی زندگی کے اتار چڑھاؤ اور خاندانی احوال وکوائف بیان کئے ہیں، اسی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آرزو کی شاعری کو آگے بڑھانے، پروان چڑھانے میں جناب نقی احمد رحمانی، ارم انصاری اور مشہور وباکمال شاعر اور محیر العقول شخصیت جناب ڈاکٹر عبد المنان طرزی کا بڑا ہاتھ رہا ہے، عبد المنان طرزی کے آرزو تلمیذ رشید کہے جا سکتے ہیں، کیونکہ طرزی نے ''جہان آرزو'' میں شامل چند نعت، غزل اور نظموں کے نوک وپلک استاذانہ مہارت کے ساتھ سنوارے ہیں اور اس طرح یہ کتاب اشاعت کے مرحلہ تک پہونچی ہے۔

پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی مرحوم بھی سیال قلم کے مالک تھے انہوں نے حوصلہ افزائی کر کے بہتوں کو شاعر اور نقاد بنا دیا، نجم الثاقب آرزو کے بھی وہ ہاتھ لگ گئے اور انہوں نے پوری تنقیدی مہارت کے ساتھ آرزو کی شاعری کا جائزہ لیا، یہ تنقیدی جائزہ ''نجم الثاقب آرزو کی غزلوں میں اظہار کی صورتیں'' کے عنوان سے شامل کتاب ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ

''نجم الثاقب آرزو کے یہاں غزل کے مقتضیات کا شعور اور اس کی روایت کو برتنے کا خیال کارفرما نظر آتا ہے، کہا جا سکتا ہے کہ وہ محسوسات کے شاعر ہیں، انہوں نے آس پاس کے ماحول اور گردوپیش کے سماجی ومعاشرتی حالات کا گہری نظر سے مشاہدہ کیا ہے اور حالات کی نباضی کی ہے (ص:۱۷)

آگے لکھتے ہیں ''نجم الثاقب کلاسیکی انداز بیان کے ساتھ نئے تلازمات اور نئے پیمانے کو اپنائے ہیں، ذات اور کائنات کو مخصوص میزان ومعیار پر پرکھتے ہیں۔اور دوقبول کی منزل سے گذرتے ہیں (ص:۱۷)

اور بالآخر انہوں اپنا فیصلہ سنا دیا ہے کہ ''نجم الثاقب آرزو کی غزلوں میں جذبۂ طہارت کے مسائل اور اظہار کی صورتوں میں مطابقت پائی جاتی ہے، بیش تر اشعار میں معانی کی گونج اس طرح سنی جاتی ہے جیسے سیپ میں سمندر کی آواز سنائی دیتی ہے، صوتی تاثر اور نفسیاتی توانائی کی ہم کاری بھی ان کے یہاں ملتی ہے'' (ص:۲۰)

عبد المنان طرزی جنہوں نے آرزو کی شرط کے مطابق ناگزیر ہونے ہی پر ہی اشعار میں ہلکی تبدیلی کی ہے جس سے آرزو کے جذبات واحساسات اور خیالات میں واضح تبدیلی نہیں آئی ہے، طرزی صاحب نے آرزو کے کلام کے محاسن ومعائب پر جو گفتگو کی ہے، اس کے مطابق ان کی غزلوں میں عشقیہ جذبات اور خالص تغزل کا گذر نہیں ہے، سیدھے سادے الفاظ میں پیکر تراشی کی گئی ہے، ترسیل وتفہیم میں تعقید نہیں پایا جاتا، فلسفیانہ اور مفکرات خیالات، رمز واشارہ، کنایہ، تلمیح واستعارہ سے گریز کیا گیا ہے، البتہ تخیلات میں اخلاق کریمانہ اور اقدار حسنہ کی پاسداری پائی جاتی ہے، اس وضاحت کے بعد طرزی صاحب نے اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''یہ بجا ہے کہ اسلوب بہت حد تک عالمانہ اور شاعرانہ نہیں ہے، آرزو صاحب اردو وادب کے طالب علم نہیں رہے، اس لئے ان سے عالمانہ اسلوب کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی، ان کا جو طرز بیان ہے وہ ان کی اردو دانی کے دائرے میں ہے'' (ص:۲۳)

خود آرزو نے اسی مجموعہ کے ایک نظم میں واضح کر دیا ہے کہ

اپنے فن کے بارے میں ہے ایک وضاحت لازمی
میں نے سیدھے سادے لفظوں میں کی ہے شاعری
واسطہ ہے دینی اور اخلاقی قدروں سے مرا
اور سلوک اہل حکومت کا بھی موضوع بن گیا
گیسو ورخسار میرے فن کی دولت ہے نہیں
اور ہجر ووصل کی تلخی، مسرت ہے نہیں

دراصل آرزو سچی شاعری کو پسند کرتے ہیں اور سچی شاعری میں منافقت نہیں ہوتی کہ دل میں کچھ ہے اور زبان پر کچھ، چوں کہ آرزو کے خیالات اسلامی اقدار وافکار سے ماخوذ ہیں، اس لئے ان کا اسلوب سادہ ہو گیا ہے، وہ چاہتے ہیں کہ ان کا شمار ان شعراء میں نہ ہو جنہیں ٹامک ٹوئیاں مارنے والا قرار دیا گیا ہے اور جن کی کہنی اور کرنی میں فرق ہوتا ہے، آرزو اپنی شاعری میں سچ کی آواز بلند کرتے ہیں اور حکومت کے طریقہ کار پر سچے انداز میں تنقید کرتے ہیں، اسے نقادوں کی اصطلاح میں عصری حست سے تعبیر کیا جاتا ہے، گو عصری حست کا دائرہ صرف حکمرانوں پر تنقید سے عبارت نہیں ہے، اس کے دائرہ میں، آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں، دماغ جو محسوس کرتا ہے، سب سماجاتا ہے، یہ صحیح ہے کہ آرزو کے یہاں شوکت الفاظ، ندرت خیال اور ادبی صنعتوں کا گزر نہیں ہے، تخیلات اعلیٰ وارفع ہیں، لیکن شوکت الفاظ کی کمی نے اسے عام سا بنا دیا ہے، اس اعتبار سے فکری ترفع کے باوجود ان کی شاعری فنی اعتبار سے کمزور معلوم ہوتی ہے، ادب نہ تو بنیے کا روزنامچہ ہے اور نہ ہی مولانا صاحب کی واعظانہ نصیحت، ادب کو ان دونوں سے اوپر ہونا چاہئے، نہ تو بنیے کے روزنامچہ کی طرح خشک اور کھردے اعداد وشمار ہوں اور نہ ہیئت واسلوب کے اعتبار سے وعظ، ادب میں کیا کہا جا رہا ہے کی اصل اہمیت ہے، لیکن ہم ہیئت، فورم اور ادبی سلیقگی کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔

''جہانِ آرزو'' ایک حمد ایک نعت، ایک وضاحت، باسٹھ غزلوں اور پندرہ نظموں پر مشتمل ہے، طباعت، روشان پرنٹرس دہلی اور اشاعت ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس کی ہے، دوسو روپے دے کر ارشاد بک ڈپو دربھنگہ بُک گیلری قلعہ گھاٹ دربھنگہ سے منگا سکتے ہیں، لائبریری کے لئے لینا ہو تو پچاس روپے مزید نکالنے پڑیں گے، نمونۂ کلام

اپنے دشمن ہی پہ ہم جان فدا کرتے ہیں
ہائے نادان بھی ہم کیسے ہیں کیا کرتے ہیں
ہم تو اس کو بھی سمجھتے ہیں ترا کوئی فریب
تجھ سے تعریف اگر اپنی سنا کرتے ہیں
تم کو آتا نہیں کچھ کرنا بُرائی کے سوا
ہم کو آتا ہے بھلا کرنا، بھلا کرتے ہیں
آپ میں، ہم میں جو ہے فرق فقط اتنا ہے
ہم وفا کرتے ہیں اور آپ جفا کرتے ہیں

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

بزرگوں کے واقعات پڑھنے سے نکتہ آفرینی کی صلاحیت ابھرتی ہے، اسی جذبے کے تحت ''ہفتہ وار نقیب'' کے کالم ''حکایات اہل دل'' کے عنوان سے عبرت آموز اور معلومات افزا واقعات شائع کئے جاتے ہیں جن کے پڑھنے سے جہاں ایمان وتازگی میں تازگی اور فکر ونظر میں وسعت وبلندی پیدا ہوتی ہے وہیں درس عبرت بھی ہوتی ہے، آئے! یہاں بزرگوں کے چند اثر انگیز واقعات سے ہم اور آپ تازہ دم ہوں اور سبق حاصل کریں۔

امامت کا شوق

حضرت علامہ یوسف بنوری نے معارف السنن میں ایک صاحب کا دلچسپ واقعہ لکھا ہے کہ وہ امامت کا بہت شوق رکھتے تھے، لوگوں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس شخص نے کہا کہ بھائی مقتدی بن کر کون مار کھانے جائے گا، اس لئے اگر مقتدی بن کر میں نے نماز ادا کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو قرأت خلف الامام کروں گا یا نہیں؟ اگر قرأت خلف الامام کرتا ہوں تو حنفی دوڑائیں گے کہ تیری نماز مکروہ ہوگئی تو نے یہ کیا کیا اور اگر قرأت خلف الامام نہیں کرتا ہوں تو شافعی دوڑائیں گے کہ تیری نماز نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھ، تو بھیا کون جائے گا اس چکر میں پڑنے، اس سے اچھا ہے کہ امام بن جاؤ۔

عقل کا استعمال

خلیفہ ہارون الرشید اپنے دربار میں بیٹھے ہوئے درباریوں سے بات چیت کر رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور بادشاہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، ہارون الرشید نے اندر بلایا اور پوچھا کہو کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ حضور میں مداری ہوں اور ایسے ایسے کمال دکھاؤں گا کہ آپ بھی حیران ہوں گے اور حضور کے درباری لوگ بھی حیران رہ جائیں گے، ہارون الرشید نے کہا اچھا دکھاؤ، کیا کمال دکھاؤگے، مداری نے اپنے جھولے سے دو ڈبیاں نکالیں اور ایک ڈبی دوسری ڈبیا پر ماری تو اس میں سے ایک اور ڈبیا نکل پڑی، پھر ڈبیا پر ڈبیا ماری اور ایک اور ڈبیا نکل پڑی، مداری نے اسی طرح کرتے کرتے بہت سی ڈبیاں نکال کر اکٹھی کرلیں، درباری حیرت سے اس کا کمال دیکھتے رہے، اب مداری انتظار کرنے لگا کہ خلیفہ سے انعام ملے، ہارون الرشید نے حکم دیا کہ اس شخص کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک ہزار کی تھیلی بھی دی جائے، مداری بھی اس عجیب وغریب فیصلہ سے پریشان ہوا اور دربار کے لوگ بھی حیرت میں تھے، خلیفہ سمجھ گئے اور فرمایا کہ میں نے اس کو ایک ہزار کا انعام اس لئے دیا کہ اس نے واقعی کمال دکھایا اور سو کوڑے کی سزا اس لئے دی کہ اس نے اپنی عقل کو ایسے غیر ضروری کام میں لگایا اور خدا کی بخشی ہوئی سب سے بڑی نعمت کو یوں ضائع کیا۔

حضور یہ میری غلطی ہے

سلطان محمود غزنوی کا ایک بہت ہی محبوب غلام تھا جس کا نام ایاز تھا، سلطان کو اس سے بے پناہ محبت تھی، دوسرے غلاموں نے جب یہ حال دیکھا تو ایک دن مشورہ کیا کہ کوئی صورت ایسی نکالی جائے کہ ایاز سلطان کی نگاہوں سے گر جائے، شاہی جاسوس اور مخبر محل کے ہر گوشے اور کونے کی خبر رکھتے تھے، اس کی اطلاع سلطان کو پہونچی تو اس نے نہایت بیش قیمت اور اعلیٰ جام (پیالہ) ہر غلام کے ہاتھ میں دیدیا، پھر حکم دیا کہ ان سب کو توڑ دو، ایاز نے فوراً جام کو زمین پر دے مارا وہ چکنا چور ہوگیا، دوسرے تمام غلام پس وپیش میں تھے کہ سلطان نے پھر حکم دیا کہ ان سب کو توڑ دو، عرض کیا کہ حضور یہ بیش قیمت جام پھر نہ مل سکیں گے، ان کو نہ توڑا جائے تو بہتر ہے، تیسری مرتبہ کے حکم پر تمام غلام ڈر گئے، سلطان نے غضب ناک ہوکر پھر حکم دیا، میں حکم دیتا ہوں کہ اس کو توڑ دیا جائے غلاموں نے اپنے اپنے جام فوراً توڑ ڈالے، سلطان نے سب سے یکے بعد دیگرے پوچھا کہ تم نے یہ کیوں توڑ ڈالے تو سب کا یہی جواب تھا کہ حضور کا ہی تو حکم تھا، لیکن جب ایاز کی باری آئی تو اس سے جواب طلب کیا گیا، اس نے دست بستہ عرض کیا، حضور یہ میری غلطی ہے اور میں نادم ہوں، سلطان اس جواب سے مسرور ہوا، خلعت فاخرہ سے نوازا اور کہا دیکھو یہی وجہ ہے کہ میں ایاز کو اتنا محبوب رکھتا ہوں، تم نے میرے حکم میں پس وپیش کی، چوں اور چرا کرنے لگے اور جب وہ کام کرلیا تو غلطی کو میری طرف منسوب کردیا، لیکن ایاز- ایاز بھی وہی جواب دے سکتا تھا، جو تم نے دیا، لیکن اس نے محض میری تعظیم اور بزرگی کو مدنظر رکھتے ہوئے عاجزانہ روش اختیار کی اور غلطی کو اپنی طرف منسوب کیا، اس وجہ سے وہ قابل تعریف اور مستحق انعام ہے، اس واقعہ سے ایک سبق تو یہ ملا کہ اگر واقعۃً کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو اس کو دوسروں کی طرف منسوب کرنے کے بجائے اپنی طرف محول کرلینا چاہئے اور اقرار کرلینا چاہئے کہ ہم سے یہ غلطی ہوگئی آئندہ کے لئے پرہیز کروں گا۔

احتیاط اور تقویٰ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ایک شاگرد کا انتقال ہوگیا آپ بھی جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے، اتفاق سے دھوپ تیز تھی اور صرف ایک جگہ ایک مکان کا سایہ موجود تھا، لوگوں نے آپ سے سایہ میں چل کر بیٹھنے کے لئے کہا، مگر چونکہ اس مکان کا مالک آپ کا مقروض تھا اس لئے آپ نے اسے پسند نہیں کیا اور اس استفادہ کو سود سے تعبیر کیا آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا۔

طلبہ کی دینی واخلاقی تربیت میں اساتذہ کرام کا کردار

مولانا رضوان احمد ندوی

درس وتدریس اور تعلیم وتربیت کا بنیادی مقصد انسانوں کو ایک باکردار اور مثالی انسان بنانا ہے، تاکہ وہ قوم وملت کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم وآگہی اور خداشناسی کی معرفت پیدا کرسکیں اور انسانی ذہن وفکر کو مہذب وشائستہ بنا سکیں ؎ کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

اس مقصد کے لئے معلم انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے علم اور اہل علم کی فضیلت اور عظمت عام لوگوں کے ذہنوں میں بٹھانے کے لئے فرمایا کہ علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ تم اٹھا لئے جاؤ اور فرمایا کہ میں خود معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں: ''إنما بعثت معلماً'' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق وکردار، سیرت وشخصیت اور طریقہ زندگی سے نیک دل صحابہ کرام کی ایسی تربیت کی کہ خود یہ صحابہ پوری انسانیت کے لئے روشنی کا مینارہ بن گئے جن کے شعاع پورے عالم میں پھیلی، اس وقت دنیاء اسلام میں جتنے بھی تعلیمی مراکز، اسلامی درسگاہیں اور دینی جامعات قائم ہیں، یہ سب اسی دبستان نبوی کی روشن شاخیں ہیں جو کار نبوت کی تکمیل کر رہے ہیں اور جن سے دینی فکر کو تازگی اور روئیدگی مل رہی ہے، جب دینی اداروں کا انتساب ایسا معزز اور بلند وبالا قرار پایا تو ان سے نسبت رکھنے والے علماء وفضلاء کو اسی طرز ومنہاج پر تعلیم وتدریس کا فریضہ انجام دینا چاہئے، ماضی میں ہمارے بزرگوں نے اس کا بڑا التزام کیا کہ وہ اسلام کے تہذیبی قدروں کو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کرنے میں ایثار وقربانی سے کام لیا کرتے تھے، حتی کہ اساتذہ طلبہ کو اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، تذکرہ علماء ہند کے مصنف نے لکھا ہے کہ مشہور عالم حکیم علی گیلانی ہمیشہ طلبہ کو درس دیتے اور ان کے بغیر کھانا تک نہیں کھاتے تھے، ہمارے استاد اور عربی واردو کے ممتاز ادیب وانشاء پرداز حضرت مولانا شمس تبریز خاں نے ایک بڑی عمدہ بات کہی ہے جس کو آب زر سے لکھا جانا چاہئے، وہ لکھتے ہیں کہ ''طلبہ پر ماحول ومعاشرہ سے کہیں زیادہ اثر ان کے اساتذہ ومعلمین کا ہوتا ہے، اس لئے یہ اساتذہ کو غور کرنے کی بات ہے کہ وہ طلبہ کے اثر پذیر دل ودماغ پر کیسا نقش قائم کرتے ہیں اور وہ نقش ان کی ذہنی تربیت اور اخلاقی حالت میں کیا کردار ادا کرتا ہے؟ اس معاملہ میں طلبہ سے کہیں زیادہ ذمہ داری اساتذہ پر عائد ہوتی ہے انہیں کے ذریعہ آدم گری اور مردم سازی کے کارخانے قائم ہیں اور افراد کی تعمیر وسیرت اور اخلاقی تربیت اور ان کے ذریعہ قائم ہونے والا معاشرہ انہیں کی تعلیم وتربیت کا ثمرہ ونتیجہ ہوتا ہے، طلبہ، اساتذہ کی محبت ومطالبہ اپنے موضوع ومضمون سے دلچسپی، طلبہ سے خیرخواہی اور ان کے طرز زندگی ہی کی اتباع کرتے ہیں اور ان کے سامنے جو اسوہ ونمونہ ہوتا ہے وہ اس کی تقلید وپیروی کرتے ہیں، اس لئے اساتذہ کا فرض ہوجاتا ہے کہ طلبہ کے سامنے وہ اخلاص، احساس ذمہ داری، شفقت وبہی خواہی، معیار تعلیم کی بلندی کے ساتھ طلبہ کی ذہنی واخلاقی سطح کی بلندی بھی ملحوظ خاطر اور پیش نظر رکھیں'' (مجلّہ پٹنہ، نومبر ۱۹۸۴) لیکن یہ تشویش انگیز بات ہے کہ ادھر چند دہائیوں سے یہ دیکھا جارہا ہے کہ مدارس دینیہ کے اساتذہ وطلبہ کے درمیان ربط وضبط صرف درسگاہوں کی حد تک قائم رہتا ہے، اساتذہ کرام عصری درسگاہوں اور سرکاری تعلیم گاہوں کی طرح فنی اصطلاحات پر لیکچر دے کر چلے جاتے ہیں، یا کتابوں کے مشکل مقامات کو حل کرکے اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوجاتے ہیں، پھر اس کے بعد اساتذہ وطلبہ کے درمیان نہ فکری ہم آہنگی ویک جہتی رہتی ہے اور نہ آپس میں تبادلۂ خیال کا موقعہ ملتا ہے، اس سے طلبہ میں وہ قابلیت وصلاحیت اور استعداد پیدا نہیں ہوتی جس سے اسلام کے حقیقی تقاضے پورے ہوسکیں، آپ غور کیجئے کہ ہر سال سیکڑوں کی تعداد میں مدارس سے طلبہ فارغ ہوتے ہیں، لیکن معدودے چند کے سب کے سب بے صلاحیت افراد ہوتے ہیں جو سماج میں گم ہوکر بے قیمت بنے رہتے ہیں، ؎ سینہ خالی، آنکھیں ویراں دل کی حالت کیا کئے کے مصداق نظر آتے ہیں، اس میں جہاں طلبہ کی بے توجہی اور ذوق وشوق کا فقدان ہوتا ہے وہیں ہمارے اساتذہ کرام میں اخلاص وایثار کی کمیابی اور فرض شناسی سے پہلوتہی سب سے بڑی وجہ ہوتی ہے، ماضی میں اساتذہ کرام کو اپنے شاگردوں سے غایت درجہ کی محبت ہوتی تھی ان کی تربیت کو افضل عبادت اور اعلی سعادت تصور کرتے تھے، منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ جلیل القدر عالم ومدرس حضرت مولانا عبداللہ بدایونی جب اپنے گھر کا سودا خریدنے بازار جایا کرتے تھے تو طلبہ کی جماعت ان کے ہمراہ ہوتی تھی اور وہ سبق پڑھاتے رہتے تھے، ان بزرگوں پر صحابہ کرام کا اسوہ غالب رہتا تھا، ایک دفعہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نصیحت سنائی کہ بھائی تمہارے پاس کم عمر لڑکے آئیں گے جو علم کے بھوکے پیاسے ہوں گے، تفقہ فی الدین کے خواہشمند ہوں گے اور تم سے سیکھنا چاہیں گے، پس جب وہ آئیں تو تم انہیں تعلیم دینا، مہربانی وشفقت سے پیش آنا، ان کی آؤ بھگت کرنا اور دوسری طرف متعلم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ علم کے لئے متانت ووقار پیدا کرو، جس سے تعلیم پاتے ہو اور جس سے تعلیم لیتے ہو دونوں سے خاکساری برتو (الحدیث) ان نصیحتوں میں بڑی جامعیت ومقبولیت ہے، اگر طلبہ اپنے اساتذہ کرام سے جانثاری ووفاداری سے پیش آئیں اور اساتذہ اخلاص کے جذبہ کے ساتھ ان نصیحتوں پر عمل کریں تو آج بھی ہماری درسگاہوں سے امام غزالی ورازی، شبلی وشیرازی پیدا ہوسکتے ہیں، لہٰذا اساتذہ کرام اپنے مقام ومنصب کو پہچانیں اور یہ مستحضر رکھیں کہ وہ نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور ان کے جانشین ہیں، اپنے اندر وہی اوصاف وخصوصیات کو پیدا کریں جو معلم اخلاق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے، اپنے عالمانہ وقار کے ساتھ بچوں کی اخلاقی تربیت کریں، مربیانہ ومشفقانہ جذبے کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو عام کریں، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم اور موقر استاذ حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے اہل مدارس کو پیغام دیتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا کہ ہمیں اپنی درسگاہوں میں تعلیم وتدریس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ فکری تربیت اور عملی اصلاح کرنی چاہئے اور اپنے طلبہ کے ذہن میں اس علم کا تقدس راسخ کردینا چاہئے جس کو طلب کرنے کے لئے وہ نکلتے ہیں، دینی علوم کی اہمیت سے ان کو اس طرح واقف کرنا چاہئے کہ وہ دل سے یہ ماننے پر مجبور ہوں کہ اس سے بڑھ کر کوئی خوش نصیبی نہیں ہے کہ ان کو علوم دینیہ کے حصول کی توفیق ہوئی جن کو پڑھ کر وہ اپنی صحیح راہ عمل پاسکتے ہیں اور دین ودنیا کی ذمہ داریوں کو پورے اعتماد کے ساتھ سنبھال سکتے ہیں اور ہر زمانے میں ان سے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں'' (آئینہ مظاہر علوم: اگست ۲۰۰٦) ۔ خدا ہم سب کو وہ زندہ تمنا دے جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے۔

Scanned with CamScanner

طرز فکر کو بدلئے

مفتی محمد ارشد فاروقی

مثبت طرزِ فکر کا امت کے وجود وبقا اور تعمیر وارتقا میں بنیادی کردار ہے، مثبت طرزِ فکر امت کو الجھنوں سے نکال کر زندگی کی ثریا تک پہنچا تا ہے، البتہ منفی اندازِ فکر نہ کسی قوم کی تعمیر کرتا ہے، نہ کسی تمدن کی بنیاد ڈالتا ہے جیسے جب کوئی شخص وزنی بھاری بھرکم سامان کہیں لے جانا چاہتا ہے تو مضبوط وتوانا مزدوروں کی خدمات حاصل کرتا ہے، کیوں کہ کمزور ولاغر مزدور کا خود چلنا پھرنا دشوار ہے، وہ دوسروں کے بوجھ کیا اٹھائے گا۔

اللہ عز وجل کی ذات قوی پر ایمان کامل کی بدولت مومن کے اندر زبردست قوتوں اور توانائیوں کے سوتے پھوٹتے ہیں، یہ حقیقت ہے کہ ایمان برحق توانائی کی لہر دوڑا دیتا ہے، ہمتوں کو مہمیز بخشتا ہے اور مثبت طرزِ فکر کی روح پھونک دیتا ہے۔ ایک سچے مسلمان کے لئے مثبت طرزِ فکر کا حامل ہونا ضروری ہے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت مثبت طرزِ فکر پر ہوئی تو انہوں نے تاریخ کو بدل ڈالا، انسانیت کے جنگل کو محبت والفت اور ایمان ویقین کا چمن بنادیا، یہی فکری پرواز انہیں نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے پرِ پرواز عطا کرتی، بدر کے موقع پر خباب بن منذر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کرتے ہیں کہ بدر کے اس موقع پر پڑاؤ ڈالنے کا اللہ کا حکم ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے وتجویز ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یہ میری رائے وتجویز ہے، بس خباب رضی اللہ عنہ بول اٹھے پھر تو یہاں پڑاؤ نہیں ڈالنا چاہئے۔

کچھ لوگوں کی یہ خام خیالی ہے کہ تقویٰ وپرہیز گاری کا تقاضا ہے کہ بلندیوں کو سر نہ کیا جائے اور مہم جوئی کی چوٹی پر کامیابی کا جھنڈا نہ لہرایا جائے، ان کی رائے کے مطابق قیادت وسیادت کے لئے کوشش نہ کی جائے، کہ تقویٰ عہدہ طلبی سے باز رکھتا ہے، الیکشن ومیدان سیاست سے دور رکھتا ہے حالانکہ اس طرح کے خیالات لوگوں کی زندگی میں منفی سوچ جنم دیتے ہیں اور ان افکار کا تقویٰ وپرہیز گاری سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے' بلکہ متقی وپرہیز گار تو نظام حکومت، حکومت کے اہل، پاکباز ہاتھوں میں لانے کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے، تاکہ اللہ کے منشاء کے مطابق روئے زمین پر حکمرانی قائم ہو، دنیا عدل وانصاف سے بھر جائے، عالمی امن کا نظام برپا ہو، مؤمن کی شان، اخلاق وکردار، علم وآگہی، صنعت وحرفت اور لوگوں کے ساتھ رکھ رکھاؤ میں نمایاں رہنا اور تفوق وامتیاز حاصل کرنا ہے۔

مثبت فکر کے چند عوامل

۱۔ مقصد کی شفافیت: - جب آپ کا مقصد مثل آفتاب روشن ہوگا تو آپ اس کو وجود کا جامہ پہنانے کی امکانی کوشش کریں گے، تاکہ آپ آگے بڑھ کر مقصد پر قابو پالیں، مشکل سے مشکل کام کر گذریں، مسلمان ایک عظیم پیغام اور ایک جلیل القدر ذمہ داری کا حامل ہے، وہ ذمہ داری اللہ کی کما حقہ عبادت وتابعداری ہے اور سارے عالم کو رب العالمین کے احکام امن وسکون کا پابند بنانے کے لئے ہمہ وقت سرگرم رہنا ہے۔

مقصد کی یہ بلندی مسلمان سے مثبت فکر کے حامل ہونے کا مطالبہ کرتی ہے، حتی کہ ایک مسلمان کو دنیوی معاملات میں بھی کمزور ولچر امور پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے، مقاصد کی بلندی اور عظمت پیش نظر رہنی چاہئے، تاکہ بلند ورفیع مقاصد کے حصول کے لئے دنیوی ترقیاں کام آسکیں۔

۲۔ انفرادی احساس جوابدہی: - ہر انسان انفرادی طور پر اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہوکر براہ راست بغیر کسی وکیل کے اپنے ہر چھوٹے بڑے عمل کا جوابدہ ہوگا اور اس سے کئے دھرے کا حساب لیا جائے گا: "و کلھم آتیہ یوم القیٰمة فردا" (مریم: ۹۵) (اور اس کے سامنے (اللہ کے) ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن یک وتنہا آئے گا) "کل نفس بما کسبت رھینة" (مدثر: ۳۸) (ہر شخص اپنے اعمال کے عوض گروی رکھا ہوا ہے)

چاہے آدمی کتنی ہی بڑی جماعت کے ساتھ اجتماعی کام کر رہا ہو، اسے اپنا حساب تو خود یک وتنہا اللہ کے حضور دینا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو" اپنی متاعِ حیات کو فنا ہونے سے پہلے، صحت وتندرستی کو امراض وآلام سے پہلے، فرصت کے اوقات کو مصروف ہوجانے سے پہلے، قوت وجوانی کو ضعف وبڑھاپے سے پہلے، فراخ دستی کو تہی دستی سے پہلے، اس پیغام رسالت میں مسلمانوں کی ذہن سازی کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ وہ جو کچھ کرے گا، اس کے بارے میں عند اللہ جوابدہ ہوگا، کسی دوسرے کی گردن میں جواب نہیں ڈال سکتا۔

البتہ کچھ لوگ اس غلط فہمی کے شکار ہوجاتے ہیں کہ جب ہم جماعت کے ساتھ اجتماعی کام میں لگے ہوئے ہیں تو بس یہ قبولیت ومقبولیت کے لئے کافی ہے۔ ایسے لوگوں کو خبردار کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے اعمال کا محاسبہ کریں، اپنی چارج شیٹ دیکھیں، اپنا روزنامچہ درست کریں، کیونکہ آپ کو اپنا حساب انفرادی طور پر دینا ہوگا۔

۳۔ عالی حوصلہ اور بلند ہمت اشخاص کی سوانح کا مطالعہ: - عالی حوصلہ، بلند ہمت اشخاص اور اصحاب عزیمت، رجال کار کی سوانح اور زندگیوں کا مطالعہ آپ کے اندر حوصلہ وولولہ کوٹ کوٹ کر بھر دے گا، آپ کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرے گا جس کے نتیجہ میں آپ ان جیسے بننے کی انتھک کوشش کریں گے، ایسی شخصیات کا مطالعہ جنہوں نے اقوام عالم کی تاریخ میں روشن وتاباں نئی تاریخ بنائی ہے، جیسے خلفاء اربعہ، ائمہ اربعہ اور ہر زمانے کے نمایاں افراد، موجودہ زمانے کے اکابر علماء کلمۂ حق کی صدا بلند کرنے کے خواہشمند ہوشمند داعی ومبلغ، کلمۂ باطل کو پاش پاش کرنے کے لئے کوشاں مجاہدین، جو تقریر وتحریر، قول وعمل، حکمت ودعوت کے میدان میں سرگرم ہیں اور حفاظتِ نفس ودین، عزت وناموس، ملک اور ملت کے بچانے اور دفاع کے لئے آخری قطرۂ خون بہانے کے لئے بے تابانہ جذبۂ فداکارانہ حوصلہ رکھتے ہیں۔ جب آپ ان مہ پاروں، آفتابوں اور مہتابوں کی بے مثال چمک دمک، بے داغ روشنی میں کھڑے ہوں گے تو آپ کے وجود کا ذرہ ذرہ چمک اٹھے گا، تمنائیں کروٹیں لیں گی، امنگیں جواں ہوں گی، آپ کے اندر ایک اسپرٹ پیدا ہوجائے گی، امیدوں کی ایک فوج اٹھے گی، جو آپ سے کارہائے نمایاں انجام دلائے گی۔

۴۔ اپنے سراپا کا جائزہ: - اپنے ذہن وفکر، اپنی موجودہ خوابیدہ صلاحیتوں کا باریک بینی سے جائزہ لینا، اپنے آپ سے سوال کرنا کہ اسلام مسلمانوں اور دنیا کے انسانوں کے مفاد میں کیا کچھ کیا؟ اور کیا مزید کر سکتے ہیں اور کتنی قوت واستطاعت ہے، لوگوں تک اپنی خدمات پہنچانے کے کتنے راستے نکل سکتے ہیں، پھر قلبی واردات وخطرات سے اوپر اٹھ کر کام میں لگ جائیں اور مقصد کو روبہ عمل لانے میں لوگوں کو فائدہ پہنچانے میں کسی سعی وکاوش سے دریغ نہ کریں۔

۵۔ پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں: - پیچھے مڑ کر دیکھنا ناکامی اور نفسیاتی شکست کا ذریعہ بنتا ہے، البتہ ماضی سے آپ نے جو سبق سیکھا ہے، اسے مستقبل کے لئے زادراہ بنایئے، آپ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی سیڑھی پر چڑھنا چاہتا ہے تو وہ مجبور ہے کہ پیٹھ پیچھے والوں کی طرف کرے، یہ بھی حقیقت ہے کہ لوگوں کی بڑی تعداد کامیابی وکامرانی کی دشمن ہے، بس آپ لوگوں کی طرف نہ دیکھیں، نہ ان کی باتوں پر کان دھریں، بشرطیکہ آپ کا مقصد حقیقت وواقعیت کا آئینہ دار اور منزل متعین ہو۔

۶۔ وقت کی قدر وقیمت: - آپ کا وقت آپ کی زندگی ہے، فضول کاموں میں ضائع نہ کریں، زندگی کے ہر منٹ اور ہر سکنڈ کا لائحہ عمل تیار رکھیں، ہوشیار تاجر اپنے سرمایہ کی نگرانی ہمہ وقت کرتا ہے تو ذہین وذکی مؤمن اس حقیقت سے آشنا ہوتا ہے کہ اس کی پونجی اس کی زندگی ہے۔ اسے رائیگاں ہونے سے بچاتا ہے: ارشاد نبوی ہے: "رب کی دونوازشوں" صحت اور فرصت کے سلسلہ میں ڈھیر سارے لوگ دھوکہ کے شکار ہیں، جب تک آپ وقت کی قدر کرتے رہیں گے اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے رہیں گے آپ پر اللہ کی نعمتوں کی بارش ہوتی رہے گی۔

۷۔ اپنے وجود کو پرکھنا: - آپ جس وقت کسی منصوبہ کی تکمیل سے فراغت پائیں تو کچھ دیر رک کر سوچیں اور اس تکمیلی مرحلے سے گذرے منصوبے کا جائزہ اس خاکہ کی روشنی میں لیں جو آپ نے شروع کرتے وقت تیار کیا تھا، پھر اس نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کریں کہ آپ اپنے منصوبے کو طے شدہ خاکے کے مطابق عملی جامہ پہنا سکے یا نہیں۔

> **اللہ عزوجل کی ذات قوی پر ایمان کامل کی بدولت مومن کے اندر زبردست قوتوں اور توانائیوں کے سوتے پھوٹتے ہیں، یہ حقیقت ہے کہ ایمان برحق توانائی کی لہر دوڑادیتاہے ، ہمتوں کو مہمیز بخشتاہے اور مثبت طرز فکر کی روح پھونک دیتاہے ۔ ایک سچے مسلمان کے لئے مثبت طرزِ فکر کا حامل ہونا ضروری ہے۔**

مثبت فکر کے فوائد

۱۔ اللہ کی جناب میں عذرداری: - کہ آپ نے قوم وملت کی حالت بدلنے، راہ ہدایت پر چلانے، فضل وکمال کی انتہا تک پہنچانے میں کوئی کوتاہی وغفلت نہیں برتی۔

۲۔ جس سرحد پر آپ ہیں اس کی حفاظت: - زندگی میں ہم میں سے ہر ایک، ایک معین سرحد پر کھڑا ہے، آپ ہر وقت چوکنا رہیں کہ آپ کی سرحد کی طرف سے اسلام پر حملہ نہ کیا جائے۔

۳۔ خود شناسی: - مثبت طرزِ فکر آپ کو خود شناسی کی دولت سے نوازے گا۔

۴۔ آپ کے اندر یہ شعور پیدا ہوگا کہ آپ جو خدمت اسلام مسلمانوں کے عروج وارتقا کے لئے کر رہے ہیں، سب سے پہلے وہ اللہ کی نگاہ میں اپنی قدر وقیمت متعین کرتی ہے، اس کے بعد دنیا میں اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

۵۔ آپ کی خوابیدہ پوشیدہ صلاحیتوں کا بیدار وظاہر ہوجانا۔

۶۔ ترقی کے منازل طے کرتے کرتے کارہائے نمایاں اور بے مثال نئے نئے منصوبوں وخوابوں کو عملی شکل دینا اور کچھ کر گذرنا۔

مضمون کا اختتام ایک حد درجہ عالی ہمت کی علو ہمت اور عالی حوصلگی کے اوج کمال کے تذکرے پر کیا جاتا ہے۔ علامہ ابن قیمؒ اپنی عالی ہمتی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "میرا دل یہ چاہتا ہے کہ سارے علوم وفنون میں حذاقت ومہارت پیدا کر کے دنیا کا سب سے بڑا عالم بن جاؤں، سیاست کے رازہائے سربستہ کی آشنائی حاصل کر کے امام وخلیفة المسلمین بن جاؤں، کسبِ رزق وتجارت کی گتھیاں سلجھا کر مالدار ترین بن جاؤں، پیار ومحبت دینے والی عورت سے شادی کروں، عبادت وریاضت میں طاق کہلاؤں، علم کے سمندر بہاؤں، دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دوں، عطا وبخشش جود وسخا کے دریا لٹاؤں، نیک وصالح مجاہدین پیدا کروں، اللہ کی محبت وعشق میں سرشار رہوں۔ خواہشات وتمنائیں تو اتنی ہیں، اپنے بس میں بس اتنا ہی ہے کہ زندگی کا ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ان رفیع وبلند اور مقصود ومطلوب درجات کے حصول کے لئے عمل کئے جاؤں۔

Scanned with CamScanner

اسلام میں نکاح کی اہمیت اور ہمارا معاشرہ

مولانا اسجد عقابی استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

نکاح انسانی زندگی کا ایک فطری حصہ ہے، صرف مذہب اسلام میں ہی نہیں ہے بلکہ اسلام سے قبل جتنے بھی مذاہب آئے ہیں ان تمام امت میں اس کا رواج رہا ہے اور نکاح تمام انبیاء کرام کی سنت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم نے آپ سے قبل رسولوں کو بھیجا ہے اور ہم نے انہیں بیویاں اور اولاد سے نوازا تھا۔

قرآن میں نکاح کا حکم: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنے میں سے غیر شادی شدہ (خواہ شادی نہ کی ہو یا کسی اور سبب سے بیوی یا شوہر نہ ہو) نیز اپنے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نکاح کے لائق ہوں، ان کا نکاح کردو، اگر وہ تنگ دست ہیں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو مالدار کردیں گے اور اللہ وسعت والے ہیں اور سب کچھ جانتے ہیں۔ اس آیت میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ جب بندہ یا بندی شادی کی عمر کو پہنچ جائے اور کوئی عذر بھی نہ ہو تو ان کا نکاح کردینا چاہئے۔ نکاح میں بلا وجہ تاخیر مذہب اسلام میں ممنوع ہے۔ قدرت کے باوجود نکاح سے دور رہنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ موہوم خطرات کے پیش نظر نکاح سے اجتناب غیر ضروری عمل ہے۔ جب اللہ تعالی نے خود فراخی اور وسعت کا وعدہ کیا ہے تو اس کے کسب معاش کے لئے سبیل بھی وہی پیدا فرئیں گے۔

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے: ایک مرتبہ چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے باہمی صلاح و مشورہ سے رہبانیت اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان حضرات نے پہلے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے آپ ﷺ کی عبادت و ریاضت کے متعلق دریافت فرمایا اور ایک عزم اور حوصلہ کے ساتھ کہ اب دنیاوی معاملات سے باکل کنارہ کشی اختیار کرلینا ہے، وہاں سے روانہ ہوگئے۔ نبی کریم ﷺ جب تشریف لائے تو آپ کو ان کے عمل اور ان کی نیت سے آگاہ کیا گیا۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: کیا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ خبردار! اللہ کی قسم، میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تقوی اختیار کرنے والا ہوں، اس کے باوجود میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نوافل بھی ادا کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، پس جس شخص نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں ہے (میرے طریق پر نہیں ہے)۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نکاح کی استطاعت کے باوجود نکاح سے دور رہنے پر منع فرمایا ہے۔

نکاح اور پاکدامنی: مذہب اسلام نے زندگی کے ہر گوشہ کو مکمل واضح طور پر بیان کیا ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جسے اسلام نے تشنہ چھوڑا ہو۔ اسلام میں نکاح کی فضیلت و اہمیت کا تعلق پاکدامنی سے ہے۔ معاشرہ اور سماج میں باعزت اور صاحب توقیر انہیں تصور کیا جاتا ہے جن میں پاکدامنی ہوتی ہے۔ پاکدامنی کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من اراد ان یلقی اللہ طاھرا مطھرا فلیتزوج الحرائر"۔ اللہ تعالیٰ سے جو شخص پاک وصاف ملنا چاہے وہ شریف عورتوں سے شادی کرے۔ اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ نکاح کا پاکدامنی سے بڑا گہرا ربط اور تعلق ہے۔ بغیر نکاح پاکدامنی کی زندگی گزارنا مشکل ترین امر ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ فطرت کے خلاف عمل کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں بسا اوقات وہ سنگین جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ رہبانیت اختیار کرنے والوں کی شہوت رانی کی خبریں آئے دن اخبارات کی زینت بنتی ہے، اس لئے انسان نکاح سے کنارہ کشی اختیار کرلے تو وہ بے شمار نعمتوں سے محروم رہے گا، اور گناہوں میں مبتلا ہونے کے خطرات بڑھتے چلے جائیں گے۔ اسلام میں عفت و عصمت کو وہ مقام حاصل ہے کہ اس کے تحفظ کے لئے اسلام نے مختلف سزائیں اور وعیدیں تجویز کی ہیں۔

نکاح کے مقاصد: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نوجوانو! جس کے پاس نکاح کی استطاعت ہے اسے چاہئے کہ نکاح کرلے، کیونکہ نکاح نظریں جھکانے اور شرمگاہ کو تحفظ دینے کا قوی ذریعہ ہے، اور جو استطاعت نہ رکھے تو وہ روزوں کی پابندی کرے، کیونکہ روزے کی شدت شہوت کو توڑ دیتی ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے واضح اور صریح الفاظ میں نکاح کرنے اور نہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اگر بندہ قابل استطاعت ہے اور بیوی کے حقوق ادا کرنے پر قادر ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نکاح کرلے تاکہ غیر فطری کام میں مشغول نہ ہو۔

نکاح کی حدیثیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اِن اَعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنہ"۔ سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس میں کم خرچ ہو۔ اس حدیث میں دونوں جانب یعنی میاں بیوی ہر دو کیلئے نصیحت ہے۔ مہر اور دیگر نان ونفقہ کے نام پر بیوی کی جانب سے ایسے مطالبات نہ پیش کئے جائیں جو شوہر پر بار گزرے یا جو اس کی استطاعت سے باہر ہو۔ ایسے اضافی مطالبات کی صورت میں یا تو شوہر کے دل میں بیوی کی جانب سے محبت کے بجائے کدورت بیٹھ جائے گی یا پھر وہ بیوی کی خوشنودی اور اس کی محبت کے لئے ایسے اقدامات کرنے پر مجبور ہوگا جو شرعا ناجائز اور سماجی طور پر بُرے سمجھے جاتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر کی جانب سے جہیز یا ضروریات زندگی کے نام پر ایسے مطالبات رکھے جائیں جو بیوی اور اس کے اہل خانہ کے لئے باعث تکلیف ہو۔ بسا اوقات رشتہ طے ہونے کے بعد، مجبوری میں ایسے ناجائز مطالبات کو ماننا پڑتا ہے جو ان کے لئے ضروری بھی نہیں تھے اور نہ ہی وہ لوگ اس کے اہل ہیں۔ جہیز ایک ناسور بن چکا ہے جس سے چھٹکارہ حاصل کرنا ضروری ہے۔

ہمارے معاشرہ میں شادی بیاہ کے نام پر جو کچھ ہورہا ہے، اسے کسی ایک فریق کی جانب منسوب نہیں کیا جاسکتا ہے، اسے کسی فرد یا مخصوص طبقہ کی جانب منسوب نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک معاشرتی ناسور ہے جس میں ہر کوئی ملوث ہے اور ہر کوئی اس بیماری سے جوجھ رہا ہے۔ نام ونمود اور ظاہری ٹھاٹ باٹ کو برقرار رکھنے کے لئے بہترین نمائش اور حد درجہ اہتمام بھی اسی قبیل سے ہیں۔ صاحب استطاعت افراد اپنی شان دکھانے اور برقرار رکھنے کے لئے شرعی حدود کو پھلانگ جاتے ہیں جبکہ غریب اپنی عزت بچانے کے لئے قرض کے بوجھ تلے دب کر معاشرہ کی لعن طعن سے بچنے کے لئے ایسے اقدامات کرتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کا شمار مالدار ترین اصحاب رسول ﷺ میں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کے عہد میں انہوں نے شادی کی، جب دوسرے دن ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے کپڑے پر زردی دیکھی (جسے عموماً عورتیں استعمال کرتی تھی) آپ ﷺ نے پوچھا: "ما ھذا؟ قال: تزوجت امراۃ! حضرت عبدالرحمٰن بن مہاجر صحابی ہے۔ آپ ﷺ کا عہد ہے۔ آپ ﷺ موجود ہیں۔ دیگر انصار و مہاجرین سب مدینہ میں ہے، جن کے باہمی محبت اور اخوت و بھائی چارگی کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی ہے مدینہ کے مالدار ترین صحابی نے شادی کی ہے اور کہیں کوئی چرچا اور نمود ونمائش نہیں ہے۔ مدینہ میں کوئی اعلان یا پوسٹر نہیں لگایا گیا اور نہ ہی معاشرہ اور سماج کے ڈر سے بارات نکالی گئی۔ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق شادی کی رسم ادا کی گئی کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔

نکاح میں وجہ ترجیح: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار وجوہات کی بنا پر عورتوں سے شادی کی جاتی ہے۔ مال و دولت، حسب ونسب، خوبصورتی اور تدین۔ آپ ﷺ نے دیندار کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے۔ اگر کسی میں یہ چاروں خوبیاں پائی جائیں تو "نور علی نور" ورنہ ترجیح دیندار کو دی جائے گی۔ محض مال و دولت، حسب و نسب یا خوبصورتی بغیر دینداری کے مطلوب نہیں ہے۔ کیونکہ جنت جیسا گھر بنانا کافی نہیں ہے بلکہ اس گھر کو جنت بنانا ضروری ہے، اور جنت جیسا سکون دینداری پر محمول ہے، اس کے بغیر قلبی سکون میسر نہیں آسکتا ہے، ہمارے معاشرہ میں نکاح کے لئے وجہ ترجیح کیا ہے، اس پر غور وفکر کی ضرورت ہے۔ اصحاب فکر ونظر کو اس سمت میں پیش قدمی کرنے کی ضرورت ہے۔ جس طرح شادی کے لئے ڈگریاں اور خاندانی جاہ و جلال کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اس سے کہیں زیادہ دینداری کو پیش نظر رکھا جائے، کیونکہ دینداری کی صورت میں کامیابی و کامرانی اور خوشگوار زندگی کا وعدہ نبی کریم ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے، اور جس چیز میں کامیابی کا وعدہ نبی کریم ﷺ نے کیا ہے اس میں کامیابی و کامرانی یقینی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پوری دنیا شے ہے، اور دنیا کی بہترین شے نیک بیوی ہے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے نیک شریک حیات کو دنیا کی سب سے بہترین اور افضل شے قرار دیا ہے، کیونکہ نیک بیوی اپنے شوہر کو بُرائی سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس کے سکون کا باعث بنتی ہے اور اس کے گھربار کی حفاظت کرتی ہے۔ نیک شریک حیات کے حصول کا واحد ذریعہ فرمان نبی ﷺ "نکاح" ہے۔ جو لوگ نکاح جیسی عظیم نعمت سے بھاگتے ہیں یا اسے لغو خیال کرتے ہیں وہ دنیا کی سب سے عظیم نعمت سے محروم ہوتے ہیں۔

نکاح میں تاخیر برائیوں کی جڑ ہے: جب کسی کام کو فطرت کے تقاضوں کے مطابق انجام دیا جائے تو اس میں برکت ہوتی ہے، بگاڑ کے اسباب نہ کے درجہ میں ہوتے ہیں اور اس کے نتائج ہمیشہ ثمر آور ثابت ہوتے ہیں۔ نکاح انسانی نسل کی افزائش و بقا کے لئے ضروری ہے۔ جہاں اس سے ایک جانب حیا و پاکدامنی اور عفت و عصمت میسر آتی ہے، وہیں دوسری جانب اسے اللہ تعالیٰ نے سکون کا ذریعہ بھی قرار دیا ہے۔ لیکن قابل افسوس پہلو یہ ہے کہ موجودہ دور میں نت نئے تقاضوں کی وجہ سے بچے اور بچیوں کی شادی میں بلا وجہ تاخیر کی جاتی ہے۔ نکاح میں تاخیر کی وجہ سے مختلف قسم کی بُرائیاں معاشرہ میں پیدا ہورہی ہیں۔ جنسی جرائم میں اضافہ ہورہا ہے اور عفت و عصمت کا تقدس پامال ہوتا جارہا ہے۔ نکاح میں تاخیر کی وجہ سے فتنہ ارتداد کا عفریت مسلم معاشرہ میں داخل ہوگیا ہے۔ فتنہ ارتداد صرف مسلمان لڑکوں تک محدود نہیں ہے بلکہ اب مسلمان لڑکیوں میں بھی فتنہ ارتداد تیزی سے پھیل رہا ہے۔ مذہب اسلام فطرت کے عین مطابق ہے، اس لئے محض دنیاوی نام ونمود کی خاطر مذہبی احکامات سے دوری یا ان کی بجا آوری میں تاخیر مناسب نہیں ہے۔

ہماری ذمہ داریاں: اسلام میں نکاح کی اہمیت وفضیلت کو بہت واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن معاشرتی طور پر ہمیں نکاح کی اہمیت وفضیلت کو عوام الناس کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ نکاح کے باب میں جن خوبیوں کو نبی کریم ﷺ نے وجہ ترجیح قرار دیا ہے، ان کی اہمت وفضیلت کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ ان تمام مسائل پر سیر حاصل بحث کرنے کے لئے ہفتہ واری جمعہ کے بیانات کو استعمال کیا جاسکتا ہے، یا پھر جن علاقوں میں جو مناسب طریقے اپنائے جاسکتے ہیں ان کے ذریعہ عوام الناس کو اس جانب ترغیب دینے کی ضرورت ہے۔ جب تک عوام کی ذہن سازی دنیا و آخرت کے فوائد ونقصانات کو سامنے رکھ کر نہیں کی جائے گی، بے راہ روی کا خطرہ برقرار رہے گا۔ مسلمان کا ہر عمل عبادت کی نیت سے ہونا چاہئے۔ کھانا، پینا، سونا، جاگنا، شادی بیاہ تمام دنیاوی معاملات کو رضائے الٰہی کے لئے انجام دینا چاہئے۔ نیتوں کے بدلنے سے اعمال کی حیثیت بدل جاتی ہے۔ اگر اللہ کی خوشنودی کے لئے معاملات کئے جائیں گے تو ان میں اللہ کی نصرت شامل حال رہے گی۔

Scanned with CamScanner

تعلیم و روزگار

سید محمد عادل فریدی

حجاب پر پابندی آئین میں دیے گئے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی، طالبات کو گھیرنے کا حوصلہ کہاں سے ملا؟

جینیو، تلک، پگڑی کی طرح ہر شخص کو اپنا لباس، رہن سہن اختیار کرنے کا آئینی حق

حضرت امیر شریعت کا گورنر وزیر اعلیٰ کرناٹک سمیت وزیر تعلیم اور اپوزیشن لیڈر کے نام مکتوب، اپوزیشن لیڈران سے اپنا مثبت کردار ادا کرنے کی اپیل

کرناٹک کے مختلف تعلیمی اداروں میں حجاب پر لگی پابندی اور باحجاب مسلم طالبات کو کلاس میں داخلہ سے روکنے کا معاملہ دن بدن طول پکڑتا جا رہا ہے۔ انتہا پسند ہندو تنظیموں کی شہ پر کالج انتظامیہ لگاتار طالبات کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ حجاب اتار کر کالج میں داخل ہوں۔

اس سلسلہ میں امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ نے اپنے مکتوب میں کہا ہے کہ ہر شخص خواہ وہ کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو اس کو آئین یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنے لیے جس قسم کا لباس اختیار کرنا چاہے اختیار کرے، مسلمان خواتین بھی آئین میں دیے گئے اس حق کا استعمال کرتے ہوئے حجاب پہن سکتی ہیں۔ حجاب سے روکنا آئین میں دیے گئے اس بنیادی حق کی خلاف ورزی ہے۔

اس معاملہ میں حضرت امیر شریعت نے گورنر کرناٹک مسٹر تھاور چند گہلوت، وزیر اعلیٰ بسوا راج بومئی سمیت وزارت تعلیم، حکومت کرناٹک کے چیف سکریٹری اور اپوزیشن لیڈر و سابق وزیر اعلیٰ کرناٹک سدارمیا کو خط لکھ کر مطالبہ کیا ہے کہ وہ مسلم طالبات کے آئینی حقوق کو ریاست میں یقینی بنائیں اور کالج انتظامیہ کو حکم دیں کہ وہ مسلم بچیوں کو حجاب کے ساتھ کلاس میں داخل ہونے کی اجازت دیں۔ گورنر کے نام لکھے خط میں حضرت امیر شریعت نے لکھا کہ ''آج، نوجوان مسلم طالبات کو ان کی شخصی آزادی سے محروم کیا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے ان کا حق تعلیم سلب ہو رہا ہے، اور میں آپ سے اس تحریر کے ذریعہ درخواست کر رہا ہوں کہ آپ کرناٹک میں ان کی شخصی آزادی اور بنیادی حقوق کو برقرار رکھیں۔ کرناٹک ایجوکیشن ایکٹ 1983 کے آرٹیکل 133 (2) کو بنیاد بنا کر مسلمان طالبات کو اسکارف یا حجاب پہننے سے روکنا، حجاب پر پابندی لگانا اور باحجاب نوجوان مسلم طالبات کو تعلیم دینے سے انکار کرنا مختلف بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے جن میں قانونی مساوات، ذاتی آزادی کا حق، اپنی ذات کے لیے اختیارات کے بنیادی حقوق اور امتیازی سلوک سے روکنا شامل ہیں۔''

حضرت امیر شریعت نے اس خط میں مزید لکھا کہ ''آئین میں درج بنیادی حق کا آرٹیکل 21 ذاتی اور شخصی آزادیوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے، آرٹیکل 14 قانونی مساوات کا حق فراہم کرتا ہے، آرٹیکل 15 امتیازی سلوک سے منع کرتا ہے، اور آرٹیکل 25 ضمیر کی آزادی، ہندوستان کے شہریوں کو اپنے عقائد کی آزادانہ طور پر پیروی کرنے کی آزادی فراہم کرتا ہے، بلاشبہ یہ آزادیاں امن عامہ، اخلاقیات اور صحت سے مشروط ہیں، آئین کو تسلیم کرنے والی ذہنیت حجاب کو امن عامہ اور اخلاقیات کی علامت کے طور پر دیکھے گی، آئین کے تحت، مسلم طالبات جو اپنے بالوں کو اسکارف سے ڈھانپنے کا اہتمام کرتی ہیں، انہیں ایسا کرنے کا پورا حق حاصل ہے، کیونکہ دوسرے مذاہب کے شہری اپنی ذاتی آزادیوں اور مذہبی آزادیوں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، برہمن اپنے حقوق کا استعمال کرتے ہوئے جینیو پہنتے ہیں، ہندو اپنے ماتھے پر تلک لگاتے ہیں، اور سکھ پگڑی باندھتے ہیں، یہ چند نام بطور مثال ذکر کیے گئے ہیں، مسلم خواتین کو ان کی ذاتی آزادی اور بنیادی حقوق کو برقرار رکھنے کی اجازت نہ دینے کا فیصلہ شہریوں میں عدم اطمینان اور موجودہ حکومت کے تئیں عدم اعتماد پیدا کر رہا ہے، یہ فیصلہ بھائی چارے کے اس تصور کی مزید خلاف ورزی کرتا ہے جو ہندوستانی آئین کے دیباچے میں درج ہے، ہمارا ملک کثرت میں وحدت کے لیے جانا جاتا ہے، جو لوگ اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں وہ ملک کی شبیہ اور اس کی روح کو نقصان پہونچا رہے ہیں۔

ہم آپ کو آئین کے ذریعہ دیے گئے اختیارات سے توقع کرتے ہیں اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ شہریوں کو ان کے آئینی حقوق کی ضمانت دی جائے اور خلاف ورزی کی صورت میں فوری اصلاحی اقدامات کیے جائیں۔'' حضرت امیر شریعت نے اپنے خط میں مطالبہ کیا ہے کہ متعلقہ اسکول کے حکام ذاتی آزادیوں (آرٹیکل 21)، امتیازی سلوک کی ممانعت (آرٹیکل 15) آرٹیکل 25 میں دیے گئے حقوق کی یقین دہانی کرائیں، طالبات کو اسکارف پہن کر اپنے حقوق کا استعمال کرنے کی اجازت دی جائے، تمام چھوٹ جانے والی کلاسوں کی تلافی کے لیے اضافی کلاسیں منعقد کی جائیں، یہ اقدامات سماج میں مختلف مذاہب کے درمیان ہم آہنگی اور امن قائم کرنے میں بہت معاون ثابت ہوں گے اور پورے ملک میں اس سے اچھا پیغام جائیگا۔

حضرت امیر شریعت نے کرناٹک ہائی کورٹ سے امید ظاہر کی ہے کہ اس معاملہ پر آئینی حقوق اور دستوری روح کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا جائے گا، انہوں نے عدلیہ پر اعتماد ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ عدلیہ جمہوریت کا اہم ستون ہے، ایسے معاملات میں اس کی ذمہ داری اہم ہو جاتی ہے، ہمیں یقین ہے کہ دستوری اور آئینی حقوق کا تحفظ عدالت کے ذریعہ ہوگا، اور وسیع بنچ میں اس پر اہم فیصلہ کیا جائے گا، انھوں نے کورٹ کو مبارک باد دی ہے کہ اس نے نظم و نسق کی پاسداری اور امن عامہ کی اپیل کی ہے، آئین کے بنیادی حقوق کی وضاحت کر کے بہت سی غلط فہمیوں کو دور کر دیا ہے۔

امیر شریعت نے مہاتما گاندھی کالج اوڈوپی میں کامرس کی طالبہ مسکان خان بنت محمد حسین خان کی جرأت و ہمت کی تحسین کرتے ہوئے اس بہادر طالبہ کو مبارک باد دی کہ شر پسندوں کے جھنڈ میں اس نے بہت ہی بہادری اور جرأت مندی کا مظاہرہ کیا اور نفرت پھیلانے والوں کے منہ پر زوردار طمانچہ مارا ہے، آپ نے ان کے والدین کو بھی مبارک باد دی جنہوں نے اپنی بچی کی اتنی اچھی تربیت کی ہے۔

امیر شریعت نے مزید کہا کہ بنیادی سوال یہ ہے کہ بیٹی پڑھاؤ، بیٹی بچاؤ کا نعرہ دینے والوں کے یہاں اتنی جرات کسی کو کیسے مل گئی کہ وہ کسی طالبہ کو گھیر سکے، یہ ماحول کس نے بنایا، زبردستی، چڑھانے اور ٹارچر کرنے کے لیے جے شری رام کا نعرہ لگانا یا لگوانا کس قانون کے تحت درست ہے، انہوں نے یہ بھی سوال کیا کہ آخر اچانک حجاب سے پریشانی کیوں ہونے لگی۔ امیر شریعت نے اپوزیشن لیڈروں سے بھی درخواست کی کہ وہ اس معاملہ میں اپنا مثبت کردار ادا کریں اور دباؤ بنا کر غیر آئینی حکم کو واپس کرائیں، آئینی حقوق کے تحفظ میں یہ آپ کا قابل ذکر کردار ہوگا۔

بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ معیاری عصری تعلیم ہمارا امتیاز: مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی

امارت پبلک اسکول کٹک اڈیشہ کی میٹنگ اہم فیصلوں کے ساتھ اختتام پذیر

اسلامی ماحول میں بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ عصری معیاری تعلیم امارت پبلک اسکول کا امتیاز ہے، امارت شرعیہ چاہتی ہے کہ اسد ین بیزار ماحول میں بچے بچیوں کی عصری تعلیم کا ایسا نظم کیا جائے کہ نئی نسل اس مقابلہ جاتی دور میں آگے بڑھ سکے اور وہ جہاں کہیں رہیں عصری علوم کے ماہر اور اسلام کے نمائندہ کے طور پر اپنے کام کو انجام دیں اور سماج میں اپنی شناخت بنائیں۔ ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی نے دفتر دار القضا امارت شرعیہ کٹک میں امارت پبلک اسکول کے آغاز کے لئے بلائی گئی ایک میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ مفتی صاحب امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی کے حکم اور قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی قاسمی کی ہدایت پر قاضی نور الحسن میموریل اسکول پھلواری شریف پٹنہ کے پرنسپل جناب راشد نجمی صاحب کے ساتھ اس میٹنگ میں شرکت اور کٹک دفتر کے جائزہ کے لئے پہونچے تھے۔ اس موقع پر قاضی شریعت کٹک مولانا عبد الحفیظ صاحب نے اپنی تقریر میں امارت پبلک اسکول کے قیام کو وقت کی ضرورت قرار دیا اور فرمایا کہ اس اسکول کے قیام و آغاز سے ان بچوں کی ضرورتیں بھی پوری ہو سکیں گی جو موٹی فیس نہ دینے کی وجہ سے دوسرے اسکولوں میں داخلہ سے محروم رہ جاتے ہیں۔ دار القضا کٹک کی مقامی کمیٹی کے نگراں جناب یوسف اقبال صاحب نے کہا کہ شروع میں درجات زیادہ نہ بڑھائے جائیں؛ نرسری، ایل کے جی اور یو کے جی سے کام شروع کیا جائے داخلہ اور ماہانہ فیس میں غریب بچوں بچوں کا خیال رکھا جائے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ فیس کی آمدنی سے اگر اخراجات پورے نہ ہوں تو اس کا انتظام مقامی کمیٹی کرے گی۔ مون لائٹ اسکول کے سکریٹری جناب اشفاق صاحب نے فرمایا کہ ابتدائی درجات کے انفراسٹرکچر میں بچوں کے کلاس روم کو پرکشش بنانے کی ضرورت ہے۔ میٹنگ میں مقامی کمیٹی کے ذمہ داروں اور دیگر معززین نے مفید مشورے دیے، طے پایا کہ پہلے مرحلہ میں ہینڈ بل، بینر اور مساجد کے ذریعہ اسکول کے قیام کے بارے میں تشہیر کی جائے، اساتذہ کی تقرری جلد از جلد کر لی جائے، اسکول کے آغاز سے پہلے کم از کم دو استانیوں اور ایک خادمہ کی بحالی کر لی جائے تاکہ داخلہ کے کاموں میں ان سے مدد لی جائے، جناب یوسف اقبال صاحب نے کہا کہ مقامی کمیٹی اس سلسلے میں اقدام کرے گی۔ پروگرام کی نظامت مولانا صبغۃ اللہ قاسمی معاون قاضی شریعت دار القضاء کٹک نے کی، جناب راشد نجمی صاحب نے مقامی حالات کو سامنے رکھ کر آغاز سے قبل ضروری تیاری کر لینے پر زور دیا، میٹنگ کا آغاز جناب مولانا مطیع الرحمٰن صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا اور آخر میں مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی صاحب کی دعا پر میٹنگ کا اختتام ہوا، اس اہم میٹنگ میں جناب انجم شہاب صاحب، جناب حاجی عبد القدوس صاحب، جناب سید عبد الباطن صاحب، مولانا قاسم صاحب اور حافظ راشد صاحب کے علاوہ دیگر عمائدین شہر نے نے شرکت فرمائی۔

دار القضاء کا وجود ہندوستانی مسلمانوں کے لیے تحفۂ خداوندی: مولانا محمد انظار عالم قاسمی

اورنگ آباد کے داؤدنگر اور ضلع بھوج پور کے آرہ میں دار القضاء کے قیام کے سلسلہ میں برائے جائزہ قاضی شریعت کا سفر

مسلمان کلمہ کی بنیاد پر متحد ہو کر شریعت پر عمل پیرا ہوں، اپنے معاملات کو آپس میں افہام و تفہیم کے ذریعہ شریعت کی روشنی میں حل کریں۔ دار القضاء کا وجود سر زمین ہندوستان میں ایک تحفۂ خداوندی ہے، آپ کو اللہ نے موقع دیا ہے کہ اپنے معاملات کو دار القضاء کے ذریعہ قرآن وحدیث کے مطابق حل کرائیں، اس سنہرے موقع سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی کا سودا کریں۔ عبادت کے ساتھ معاملات میں شفافیت برتیں، رشتہ داروں، عزیز و اقارب اور پڑوسیوں کے حقوق کو پورا کریں، خود دینی و عصری علوم کو حاصل کریں، اور اپنے بچوں اور بچیوں کو بھی عصری تعلیم کے ساتھ دینی علوم کے زیور سے آراستہ کریں۔ اچھا معاشرہ بنانے کے لیے خود کو باوقار شہری بنانا بہت ضروری ہے، اچھے لوگوں سے ہی مل کر اچھا سماج بنتا ہے۔ یہ باتیں مدرسہ اصلاحیہ داؤدنگر میں دار القضاء کے قیام کے لیے جگہ کے جائزہ کے سلسلہ میں تشریف آوری کے موقع پر قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب نے شاہی جامع مسجد چھتر دروازہ، داؤدنگر میں جمعہ کی نماز سے قبل اپنے خطاب میں کہیں۔ آپ نے فرمایا کہ علم حاصل کرنے کے لیے مدارس و مکاتب کا قیام، علماء کرام سے قربت اور ان کی مجلسوں سے استفادہ کی اشد ضرورت ہے۔ داؤدنگر میں ۷۵ سالوں سے مدرسہ اصلاحیہ قائم ہے، اور علم کی اشاعت و ترویج میں اس کی اہم خدمات ہیں، آپ مالی تعاون کے ساتھ اپنے اور اپنے بچے بچیوں کو دینی و دنیوی تعلیم کے لیے مدرسہ میں زیادہ سے زیادہ داخلہ کرائیں۔ اپنے خطاب میں حضرت قاضی صاحب نے کہا کہ اس علاقے اور مدرسہ اصلاحیہ داؤدنگر سے امارت شرعیہ پٹنہ کے اکابر کا خصوصی لگاؤ اور تعلق رہا ہے، ہم چاہیں گے کہ یہ تعلق اور مستحکم و مضبوط ہو۔ واضح ہو کہ داؤدنگر ضلع اورنگ آباد میں کثیر مسلم آبادی کا علاقہ ہے، اس کے مضافات میں مسلمانوں کی کئی بڑی بستیاں ہیں۔ ابھی تک ضلع اورنگ آباد میں امارت شرعیہ کا دار القضاء قائم نہیں ہے۔ عوام کی شدید خواہش ہے کہ وہاں امارت شرعیہ کا دار القضاء قائم ہو، چنانچہ امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی رحمانی صاحب کی ہدایت پر قاضی شریعت مولانا محمد انظار عالم صاحب قاسمی کی قیادت ایک وفد جگہ کے جائزہ کے لیے داؤدنگر پہونچا ہے۔ مقامی لوگوں میں سماجی خدمت گار جناب ماسٹر انور صاحب کے علاوہ دیگر معززین شہر سے قاضی صاحب نے ملاقات کی اور دار القضاء کے قیام کے سلسلہ میں ضروری امور پر گفت و شنید کی۔ اس سے قبل جمعرات کے روز جناب قاضی صاحب نے ضلع بھوج پور کے مرکزی شہر آرہ میں واقع قاضی ٹولہ اور ملکی محلّہ کا بھی جائزہ لیا، اور مقامی معززین سے دار القضاء کے قیام کے لیے لازمی امور طے کرنے کے سلسلہ میں تبادلہ خیال کیا۔ جائزہ رپورٹ حضرت امیر شریعت کی خدمت میں پیش کی جائے گی اور ان کی ہدایت پر آگے کی کارروائی کی جائے گی۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

عوامی اور انتظامی دونوں سطح پر اردو کی لڑائی لڑنے کی ضرورت: حضرت امیر شریعت

اردو کارواں کی صوبائی کمیٹی کی میٹنگ میں اردو ٹی ای ٹی امیدواروں کی تقرری، اردو اساتذہ کی بحالی جیسے کئی اہم مسائل پر گفتگو

گذشتہ 6 فروری 2022 روز اتوار کو دن میں گیارہ بجے سے اردو کارواں کی صوبائی کمیٹی کے ذمہ داران وارکان کی ایک آن لائن میٹنگ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

صدارتی خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت مدظلہ نے فرمایا کہ ہمیں اردو کی لڑائی عوامی اور انتظامی دونوں سطح پر لڑنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے کہا کہ اردو کے سلسلہ میں کئی مسائل رکھے گئے ہیں، جو سب اہم ہیں، اردو کارواں کی مرکزی کمیٹی ان تمام مسائل کو جمع کر کے ترجیحات طے کر کے پروجیکٹ بنا کر کام کرے گی۔ ہم لوگ ڈیٹا جمع کر کے حکومت کے سامنے رکھیں گے تو ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔ ڈیٹا کے بغیر کام مشکل ہوگا۔ ہمیں سوچنا چاہیئے کہ اردو موثر زبان ہے یا نہیں، اگر یہ موثر زبان ہے تو کیا ہم لوگوں نے اردو کے ساتھ مقامی سطح پر وفاداری کی ہے یا نہیں، کیا اردو پڑھنے والوں کو اردو کا مواد مل رہا ہے یا نہیں، کیا ہم لوگ اپنے بچوں کو اردو پڑھا رہے ہیں، کیا ہمارے گھروں میں اردو کا ماحول ہے یا نہیں، انہوں نے کہا کہ اردو کے بہترین اساتذہ، بہترین طلبہ، بہترین کتابوں کا انتخاب کریں اور معاشرہ کو ان سے فائدہ اٹھانے کی طرف راغب کریں۔

میٹنگ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، اس کے بعد سکریٹری جناب ڈاکٹر انوار الہدیٰ صاحب نے اردو کارواں کی اغراض و مقاصد اور اس کی تشکیل کے وجوہات پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ نائب صدر جناب صفدر امام قادری صاحب نے اردو کے موجودہ مسائل کو سامعین کے سامنے رکھا اور ان کے حل کے لیے مضبوط لائحہ بنانے اور غور و فکر کی دعوت دی، خاص طور پر انہوں نے کہا کہ اردو اکادمی، گورنمنٹ اردو لائبریری، اردو مشاورتی کمیٹی جیسے اداروں میں پچھلے چار ساڑھے چار برس سے ذمہ داران کی تشکیل نو نہیں ہوئی ہے۔ عوام اور حکومت کے درمیان یہ ادارے واسطہ ہیں ان کیشل ہونے سے عوام کا اپنے مسائل کو حکومت کے پاس رکھنے کا ذریعہ ختم ہو گیا ہے۔ اردو ٹی ای ٹی کا مسئلہ آٹھ برسوں سے پینڈنگ ہے۔ سرکار نے اس کو بہت پیچیدہ بنا دیا ہے، سپریم کورٹ تک کا اوپینین آ گیا کہ ان کی تقرری کی جاسکتی ہے، مگر سرکار تیار نہیں ہے۔ اسکولوں سے اردو کے اساتذہ کا خاتمہ بھی بڑا مسئلہ ہے۔ اردو کے مسائل پر پورے بہار میں کیسے کام کیا جائے اس پر کوئی حکمت عملی طے کر کے آج ہم اٹھیں۔ نائب صدر مشتاق احمد نوری نے کہا کہ اردو کارواں کے تمام ضلعوں میں وسعت دینے کا معاملہ اہم ہے۔ تمام ضلعوں کے نمائندوں سے لسٹ مانگی گئی تھی، جب لسٹ مل جائے گی تو ہر ضلع میں جا کر ان لوگوں سے نشست کی جاسکتی ہے۔ ضلع کی سطح پر جو لوگ آج آئے ہیں وہ اپنے اپنے ضلع سے لوگوں کی فہرست بھیج دیں تاکہ ضلعی سطح پر تحریک چلائی جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ سیکنڈری لیول پر اردو ٹیچر کی ویکنسی نہ نکلنا بھی بڑا مسئلہ ہے، اس پر حکومت سے گفتگو کرنی چاہئے۔ نائب صدر مولانا مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی نے کہا کہ حضرت امیر شریعت سابعؒ نے اردو کارواں تشکیل دی اور اس کے لیے رہنما خطوط طے کیے، باضابطہ دفتر بنوایا، لیکن ان کے انتقال کے بعد دفتر فعال نہیں ہے، دفتر میں ایک کل وقتی کارکن کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اردو کی لڑائی کے مقامی سطح پر اردو دستہ کو فعال ہونا ضروری ہے، اس کے لیے مرکزی دفتر میں اردو کارواں کے دفتر کا فعال ہونا ضروری ہے۔ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے کہا کہ حضرت امیر شریعت سابعؒ نے اس اردو کارواں کی تشکیل بہت غور و خوض اور مشورے کے بعد کی تھی، آج اس کے ارکان کی پہلی نشست ان کے جانشیں موجودہ امیر شریعت کی صدارت میں ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اردو کے ساتھ فارسی اور عربی زبانوں کی ترویج و اشاعت کے لیے بھی کام ہونا چاہئے۔ صرف اردو کی بات کریں گے تو کام نہیں چلے گا جب عربی اور فارسی کی بات بھی کریں گے تو اردو کو اس کا حق ملے گا۔ حوصلہ کے ساتھ آگے بڑھئے، کام بہت کرنے کا ہے، کئی مسائل ہیں، مدرسہ شمس الہدیٰ کا جونیر سیکشن بند ہو چکا ہے، اساتذہ کے نہ ہونے کی وجہ سے، امارت شرعیہ اس کے لیے بھی فکرمند ہے۔ مرکزی دفتر امارت شرعیہ میں اس کی مستقل آفس بنادی گئی ہے، جن چیزوں کی ضرورت ہوگی اس کو پورا کیا جائے گا، کارکن بھی بحال کیا جائے گا، اس کے لیے باصلاحیت فرد آپ بھی تلاش کیجئے، میں بھی تلاش کروں گا۔ امیر شریعت کی ہدایت کے مطابق اس آفس کی جو بھی ضرورت ہوگی، اس کی تکمیل کی جائے گی۔ اردو کی خدمت امارت شرعیہ اپنے قیام کے وقت سے کر رہی ہے، آگے بھی کرتی رہے گی۔

میٹنگ میں خاص طور پر اردو ٹی ای ٹی کا آٹھ سالوں سے معلق معاملہ، پرائمری سے لے کر ہائی اسکول سطح تک کے اسکولوں میں اردو اساتذہ کی بحالی، اردو اساتذہ کی ویکنسی، اردو مشاورتی بورڈ، اردو اکیڈمی وغیرہ جیسے اداروں کو فعال کرنے، اردو کارواں اور اردو دستے کا وہاٹس ایپ گروپ بنانے، مقامی سطح پر ترغیب اردو کی تحریک جاری رکھنے وغیرہ کا معاملہ زیر بحث آیا اور اس سلسلہ میں کئی اہم تجاویز منظور ہوئیں۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ ہر ضلع میں اردو دستہ کی تشکیل دی جائے گی اور مقامی سطح سے لے کر حکومتی سطح تک اردو کے مسائل کو مضبوطی کے ساتھ اٹھایا جائیگا۔ اردو ٹی ای ٹی کے مسئلہ کو لے کر اردو کارواں کے نمائندہ وفد کے ذریعہ وزیر اعلیٰ بہار سے ملاقات کرنے کی تجویز بھی منظور ہوئی۔ آخر میں حضرت امیر شریعت کی دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔

امارت شرعیہ کا دعوتی کارواں ضلع دربھنگہ میں

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ایک دعوتی کارواں ۷ر فروری ۲۲ سے بیرول بلاک ضلع دربھنگہ کے دورہ پر ہے، یہ دعوتی کارواں حضرت امیر شریعت مفکر ملت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کے حسب ہدایت روانہ ہوا، کارواں کی قیادت راقم (مفتی محمد سہراب ندوی) کے حوالہ ہے، جب کہ اس کارواں میں مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ کے معاون قاضی شریعت جناب مولانا مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی بھاگلپوری، مولانا مفتی ابو شاہد قاسمی قاضی شریعت سوپول، تنظیم امارت شرعیہ بلاک بیرول کے سکریٹری جناب مولانا مفتی توحید مظاہری صاحب مبلغ امارت شرعیہ مولانا شعیب عالم قاسمی اور مولانا عبدالحق شامل ہیں، اس دعوتی کارواں کے پروگراموں کا آغاز ۷ر فروری کو راجمنی سے ہوا، جہاں آبادی کے مسلمانوں نے کارواں کا پرجوش استقبال کیا، راجمنی جامع مسجد میں علماء کرام نے خطاب کیا، جس میں امارت شرعیہ کی ضرورت و اہمیت، اس کی خدمات اور موجودہ امیر شریعت مدظلہ کی سربراہی میں اس کے ہمہ جہت منصوبوں پر ہونے والے کاموں کا تعارف کرایا گیا، بنیادی دینی تعلیم اور معیاری عصری تعلیم، مسجدوں کی آبادی اور ہر مسجد کو مکتب کے نظام کو جوڑنے کے سلسلہ میں فکر امارت سے حاضرین کو واقف کرایا گیا، آبادی کی دینی، سماجی اور تعلیمی صورتحال سے واقفیت حاصل کی گئی، ۷ر فروری بعد نماز مغرب ڈمہایا کی جامع مسجد میں پروگرام ہوا، جہاں حاضرین کو اس کارواں کی آمد کے مقاصد اور موجودہ امیر شریعت مدظلہ کے عزائم سے واقف کرایا گیا اور دعوتی نقطہ نظر سے ایک اور نیک بن کر زندگی گذارنے کی تلقین کی گئی، حاضرین نے نہایت توجہ سے علماء کرام کا خطاب سنا، خطاب میں نظام قضاء کی اہمیت پر بھی خصوصیت سے روشنی ڈالی گئی، اور اس نظام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ ۸ر فروری کو پہلا پروگرام کمر کالا، دوسرا پروگرام سمرج ابوبکر بلہا اور رات کا پروگرام جامع مسجد نوڈیگا میں منعقد ہوا، ان تمام پروگراموں میں وفد کے علماء نے مقامی حالات اور موجودہ ملی مسائل کے تناظر میں معاشرتی اصلاح خاص طور پر جوا، شراب، بیجا طلاق اور تلک جہیز نیز شادی بیاہ کے موقع پر ہونے والے غیر شرعی اعمال سے گریز کرنے اور معاشرہ کو ان خرابیوں سے پاک کرنے کا حاضرین سے عہد لیا گیا، ۹ر فروری کو پہلا پروگرام روپ نگر، دوسرا انٹول اور رات کا پروگرام جامع مسجد بلیا میں ہوا، جہاں حاضرین کے سامنے امارت شرعیہ جیسی عظیم تنظیم کے ہونے کے فوائد اور نہ ہونے کے نقصانات پر روشنی ڈالی گئی، ۱۰ر فروری کو پہلا پروگرام اجھٹی، دوسرا گوڑا اور تیسرا پروگرام اکبر پور بینک میں ہوا، ان تمام حلقوں میں ذیلی مواضعات سے آئے ائمہ کرام کو خطاب کے علاوہ الگ سے جوڑا گیا، ان کی مساجد میں مکاتب کے نظام کا جائزہ لیا گیا، ائمہ کرام اور معلمین کی تنخواہوں کے بارے میں واقفیت حاصل کی گئی، تقریباً دس مساجد کے ائمہ کرام نے اپنے مکتب کے نظام کو حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت کے مطابق بہتر بنانے کا عہد کیا، مساجد کے ذمہ داروں کو ائمہ کرام کی تنخواہوں میں اضافہ کی تلقین کی گئی، گوڑا مسلمانوں کی ایک بڑی آبادی ہے، لیکن آپسی اختلافات کی وجہ سے حالات گاؤں کے اچھے نہیں ہیں، اس اجلاس میں اتحاد و اتفاق پر راقم نے موثر گفتگو اور دو فریق جن کی وجہ سے اختلاف نے بھیانک شکل اختیار کر رکھی تھی، ان دونوں کو آپس میں ملا دیا گیا، جس سے پوری آبادی میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور پوری آبادی نے بیک زبان حضرت امیر شریعت اور وفد امارت شرعیہ کا شکریہ ادا کیا۔ اس کارواں کا پروگرام ۱۵ر فروری تک جاری رہے گا۔ جن مقامات کے دورے ہوئے ہیں، ہر جگہ وفد کی آمد سے دینی بیداری کی نئی لہر محسوس کی جارہی ہے۔

رکن پارلیامنٹ بیرسٹر اسدالدین اویسی صاحب پر قاتلانہ حملہ شرمناک: حضرت امیر شریعت

لوک سبھا کے باوقار رکن 2014 میں سنسد رتن ایوارڈ سے سرفراز، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن اور بیباک سیاستداں اسدالدین اویسی صاحب پر دو دہشت گردوں کے ذریعہ قاتلانہ حملہ شرمناک ہے، حکومت کو چاہئے کہ حملہ آوروں پر سخت کارروائی ہو اور حملہ کے پیچھے کی سازش کو بے نقاب کرنے کے لیے سی بی آئی سے اس کی آزادانہ جانچ کرائے۔ یہ باتیں امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے ممبر پارلیامنٹ بیرسٹر اسدالدین اویسی پر 3 فروری 2022 کو ہوئے قاتلانہ حملہ کی مذمت کرتے ہوئے اپنے ایک بیان میں کہیں۔

حضرت امیر شریعت نے کہا کہ بیرسٹر اسدالدین اویسی اعلیٰ تعلیم یافتہ، قابل، صاف ستھری شبیہ رکھنے والے بیباک سیاست داں ہیں، جنہوں نے ہمیشہ آئین کی بالادستی، انصاف، کمزوروں، مظلوموں، دلتوں اور اقلیتوں کے حق کی آواز اٹھائی ہے۔ ان کی شخصیت ایک آئین پسند سیاست داں کی رہی ہے۔ پارلیمنٹ میں اپنی شاندار کارکردگی کی وجہ سے وہ سنسد رتن کے ایوارڈ سے بھی نوازے جا چکے ہیں۔ سیاست کے علاوہ تعلیم اور صحت کے میدان میں بھی انہوں نے قابل ذکر کام کیے ہیں، حیدرآباد میں ان کے قائم کیے ہوئے اسپتال اور انجینئرنگ و میڈیکل کالج اور اسکول سے ہر مذہب کے ہزاروں لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ قوم کے ایسے خدمت گار پر جان لیوا حملہ کرنا پورے ملک کے لئے افسوس کی بات ہے اور قانون و نظام کی ناکامی کی علامت ہے۔ انتہا پسندوں کے ذریعہ اس حملہ کو انجام دیا جانا یہ بتاتا ہے کہ اس ملک میں کس طرح نفرت پھیلائی جا رہی ہے اور مذہب کے نام پر تفریق کی کھائی اتنی گہری کی جا رہی ہے کہ آئین، انصاف اور حق کی آواز بلند کرنے والا شخص بھی صرف اپنے نام اور مذہب کی بنیاد پر نفرت کا نشانہ بن رہا ہے۔ اسدالدین اویسی پر حملہ کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے، اس سے پہلے بھی ان پر حملے ہو چکے ہیں، اس سے پہلے 21 ستمبر 2021 کو بھی دہلی میں واقع ان کی سرکاری رہائش گاہ پر ہندو سینا کے شدت پسند کارکنوں کے ذریعہ توڑ پھوڑ کی گئی تھی، ان کے ملازم کے ساتھ مار پیٹ کی گئی تھی، انہیں گالیاں اور قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ اس معاملہ میں پولیس نے پانچ لوگوں کو گرفتار بھی کیا تھا۔ حالیہ حملہ میں بھی دو حملہ آوروں کو گرفتار کیا گیا ہے، لیکن گرفتار شدگان پر سخت کارروائی نہ ہونا اور پولیس کی لاپرواہی کی وجہ سے نفرت کے ان سوداگروں کی ہمت بڑھتی جا رہی ہے اور اس طرح کے واقعات کثرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔ حضرت امیر شریعت نے حکومت سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر قوم کے رہنماؤں کی جان اتنی غیر محفوظ ہوگی تو عام لوگوں کی سیکورٹی کا کیا حال ہوگا۔ اس لیے حکومت اس معاملہ میں سخت ایکشن لے اور ایسے لوگوں پر لگام لگائے۔ حکومت کو اس حملہ کی اپنی سطح سے نہ صرف شدید مذمت کرنی چاہئے بلکہ ریاستی حکومت کو ہدایت دینی چاہئے کہ وہ حملہ آوروں کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کرے۔ امیر شریعت نے نفرت کے اس ماحول کو بڑھاوا دینے کے لیے الیکٹرونک میڈیا کو بھی ذمہ دار ٹھہرایا اور کہا کہ ماحول کو بگاڑنے میں میڈیا کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس طرح کے ڈیبیٹ اور مباحثوں پر بھی پابندی لگائے جس سے مذہبی منافرت کو ہوا ملتی ہے، جو اس ملک کی صدیوں کی روایات اور تہذیب کے ساتھ آئین ہند کے خلاف ہے۔ حضرت امیر شریعت نے بیرسٹر اسدالدین اویسی صاحب کی حملہ کے بعد پارلیامنٹ میں کی گئی تقریر کی ستائش کی اور کہا کہ انہوں نے زیڈ سیکورٹی لینے سے انکار کر کے اور اقلیتوں کو اے درجہ کا شہری سمجھنے کا مطالبہ کر کے حکومت کو بہت اچھا آئینہ دکھایا ہے۔

Scanned with CamScanner

امریکہ کی آزادی کے اعلامیہ اور امریکی آئین کی تشکیل میں قرآن کریم سے استفادہ

یہ بات آپ کو حیرت میں ضرور ڈالے گی مگر یہ حقیقت ہے کہ امریکی آئین کی تشکیل میں قرآن کریم سے استفادہ کیا گیا ہے۔سابق امریکی صدر ٹامس جیفرسن کے پاس قرآن کریم کا ایک نسخہ تھا۔حال ہی میں اس نسخہ کی نمائش ہوئی ہے۔یہ وہ نایاب قرآنی نسخہ ہے، جسے امریکی تاریخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یاد رکھا جائے گا،مورخین کے مطابق امریکہ کی آزادی کے اعلامیہ اور امریکی آئین کی تشکیل میں اسی قرآن سے استفادہ کیا گیا تھا۔

سابق امریکی صدر ٹامس جیفرسن کی ملکیت اور نایاب قرآن کو بدھ کے روز دوبارہ امریکہ روانہ کر دیا گیا ہے۔ دو جلدوں پر مشتمل قرآن کریم کا یہ نادر نسخہ دبئی ایکسپو میں نمائش کے لیے رکھا گیا تھا۔دبئی ایکسپو میں اس قرآن کو امریکی پویلین میں اُس جگہ رکھا گیا تھا، جہاں عرب دنیا کے پرانے نقشے بھی نمائش کے لیے موجود تھے اور وہاں کا درجہ حرارت خاص تھا۔اس قرآن کی چوبیس گھنٹے نگرانی کی جاتی رہی اور اسے پہلی مرتبہ امریکہ سے باہر لایا گیا تھا۔

سابق امریکی صدر جیفرسن نے اس قرآن کو ۱۷۶۵ء میں اس وقت خریدا تھا، جب وہ قانون کے طالب علم تھے، یہ قرآن لائبریری آف کانگریس سے وابستہ یاسمین خان کے نگرانی میں مخصوص ڈبوں کے ذریعے واپس بھیجا گیا ہے،یاسمین خان کا کہنا تھا کہ وہ بھی ان اسپیشل باکسز کے ساتھ ہی امریکہ روانہ ہو رہی ہیں کیوں کہ یہ قرآن ''بہت ہی نازک اور نایاب'' ہے اور اس کی خاص دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے۔

اس خاص قرآن کی تاریخ: یاسمین خان کا صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہنا تھا کہ اسے امریکہ کے تیسرے صدر نے حاصل کیا تھا کیونکہ یہ ایک قیمتی کتاب ہے اور اس میں قیمتی علم ہے۔اُس وقت وہ اور ان کے ساتھی اسے استعمال کرنے جا رہے تھے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اس وقت امریکی عوام کے حقوق اور آزادی کی بات تھی۔

قرآن کا ''قدیم ترین نسخہ'' برآمد: دو جلدوں پر مشتمل یہ قرآن ۱۷۳۴ء میں جارج سیل کے کیے ہوئے ترجمے کا دوسرا ایڈیشن ہے۔لائبریری کی تاریخ کے مطابق قرآن کا یہ نسخہ ۱۷۶۴ء میں لندن میں شائع ہوا تھا اور بعد ازاں اسے امریکہ لایا گیا، جہاں ولیمز برگ میں اسے سابق امریکی صدر ٹامس جیفرسن نے خریدا۔ مورخین کا خیال ہے کہ سابق صدر جیفرسن نے ''آزادی کے اعلامیہ اور امریکی آئین'' کی تشکیل کے دوران اسی قرآن سے استفادہ کیا اور یہی دستاویزات امریکی جمہوریت کے اہم ترین ستون ہیں۔

صدر جیفرسن نے اُس وقت دنیا کے دیگر مذاہب کی کتابوں اور اہم سیاسی و معاشرتی دستاویزات کا بھی مطالعہ کیا تھا۔دبئی میں چھ ماہ تک جاری رہنے والی نمائش ۳۱ر مارچ کو اختتام پذیر ہوگی۔منتظمین کو ابتدائی طور پر امید تھی کہ اس ایکسپو میں ۲۵ر ملین تک افراد شریک ہوں گے لیکن کورونا وائرس کے وبائی مرض اور دیگر چیلنجوں نے اس ایونٹ کو متاثر کیا ہے۔اس کے باوجود تقریباً گیارہ ملین افراد اس ایونٹ میں شریک ہوئے۔(بحوالہ ڈوچے ویلے)

روسی جیلوں میں تشدد اور خوف کی فضا

انسانی حقوق کے سرگرم کارکنوں کا کہنا ہے کہ روسی جیلوں میں تشدد پھیلتا جا رہا ہے، متاثرین نے ٹارچر کے خوفناک واقعات کا دہلا دینے والے انداز میں تذکرہ کیا ہے، ایسے تشدد کی دستاویزی ثبوت بھی موجود ہیں۔روسی جیلوں میں تشدد سے متاثر ہونے والے درجنوں قیدیوں اور ان کے وکلا نے روسی حکام پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ جیلوں میں رونما ہونے والے پرتشدد حالات کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور جیل کے عملے پر عائد ہونے والے الزامات سے بھی انکار کرتے ہیں، ایسے الزمات کا شور اس وقت سامنے آیا جب ارکٹسک علاقے کی جیل میں چار افراد پر کیے گئے تشدد کے الزامات کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا، روسی جیلوں میں تشدد سے متاثر ہونے والے قیدیوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ایک سابقہ روسی قیدی سرگئی ساویلیئف نے کئی تصاویر عام کی ہیں جن میں جیلوں میں قیدیوں پر روا رکھا جانے والا تشدد کو دیکھا جا سکتا ہے۔سامنے آنے والی فوٹیج میں دیکھا جا سکتا ہے کہ کئی جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ کس حد تک انتہائی ناروا سلوک استوار رکھا گیا ہے، یہ ناروا سلوک صرف ایک جیل ارکوٹسک میں نہیں ہے بلکہ سبھی جیلیں ایسا پرتشدد کلچر اپنائے ہوئے ہیں۔ایسی اطلاعات کے بعد ہی گزشتہ برس نومبر میں روسی جیلوں کے وفاقی محکمے کے سربراہ الیکسانڈر کلاشنیکوف کو جبری طور پر اپنے منصب سے مستعفی ہونا پڑا تھا۔کئی جیلوں کے انتظامی افسران کو بھی ملازمتوں سے برخاست کر دیا گیا مگر اصل مسئلہ جوں کا توں رہا یعنی تشدد جاری کرنے کا معاملہ نظر انداز کر دیا گیا۔روس میں قیدیوں کے حقوق کی سرگرم تنظیم کو حکام نے غیر ملکی ایجنٹوں کا ٹولہ قرار دے رکھا ہے۔

دوسری جانب ڈی ڈبلیو کو چند سابقہ قیدیوں سے گفتگو کرنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ جیلوں میں استحصال اور تشدد ایک عمومی عمل ہے۔ان قیدیوں کا تعلق انگارسک جیل سے تھا اور وہاں ہونے والے قیدیوں کے ہنگامے کو انتہائی جابرانہ انداز میں نمٹایا گیا تھا۔حکومتی شدید ردِعمل کے تناظر میں ان سابقہ قیدیوں نے میڈیا سے گفتگو میں اپنی شناخت مخفی رکھی، ایک سابقہ قیدی کا کہنا ہے کہ آدھی رات کو اسے اور چند دوسرے قیدیوں کو جیل کے کمرے سے نکال کر کنکریٹ پر الٹا لٹا دیا گیا اور ہاتھ سر کے پیچھے رکھوا دیے گئے۔وہ صبح نو بجے تک اسی حالت میں رہے اور ان کو کھڑا نہیں ہونے دیا گیا، اسی حالت میں انہیں تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور خود اس کی پسلی کی کئی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔

دوسری قیدیوں نے بھی تشدد کے ایسے واقعات بیان کیے۔کئی مصدقہ ذرائع کے مطابق مختلف قید خانوں میں احتجاج میں شریک ہونے والوں کو دوران قید وقفے وقفے سے ٹارچر کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔وہ قیدی جو جیل حکام کے ساتھ تعاون کریں انہیں کسی حد تک سہولت میسر ہوتی ہے اور جو انکار کر دیں وہ شدید تشدد کا نشانہ بنتے ہیں۔ایسے ہی قیدیوں نے انگارسک جیل میں ہنگامہ آرائی کی تھی۔ان ہنگامہ کرنے والے قیدیوں کو صرف پیٹا ہی نہیں گیا بلکہ سوئیاں انکے ناخنوں میں گھسیڑ دی گئی تھیں اور ان کے پاؤں پر تاروں سے مار پیٹ بھی کی گئی اور بعد میں وہ پاؤں پر کھڑے ہوتے وقت شدید درد اور تکلیف سے گزرتے تھے۔روسی جیلوں کے قیدیوں میں تپ دِق کی بیماری عام ہو چکی ہے، جیل کے ہسپتال میں ٹی بی کے ایک مریض قیدی دیمتری کے مطابق انگارسک جیل میں ایک سینیئر محافظ کا روزانہ کا معمول تھا کہ وہ ہر صبح ہنگامے میں شریک قیدیوں کو بلاوجہ مارا پیٹا کرتا تھا۔انگارسک جیل میں ہنگامے کے بعد کئی قیدیوں کو کم از کم چھ ماہ تک رشتہ داروں سے ملنے نہیں دیا گیا تھا۔ستمبر ۲۰۲۰ء میں پندرہ قیدیوں سے جبری اعترافات کے بعد الزمات عائد کیے گئے تھے۔(ماریا کزنیٹسووا؛ بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

خود کفیل نظام مکاتب کو رائج کیجئے۔مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

دینی وعصری ادارے کا قیام اور دار القضاء کے افتتاح کے سلسلے میں جگت سنگھ پور کے علماء سے تبادلۂ خیال

بنیادی دینی تعلیم کے فروغ کی سب سے بہترین شکل یہ ہے کہ خود کفیل نظام مکاتب کو رواج دیا جائے کیونکہ بنیادی دینی تعلیم کا حصول تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور کسی ادارے کے وسائل اس قدر نہیں ہیں کہ وہ ضرورت کے مطابق اپنے صرفہ سے ہر جگہ مکتب قائم کر سکے۔اس لئے جس طرح مسلمان اپنی تمام ضرورتیں عام طور سے دوسروں کی مدد کے بغیر پوری کرتے ہیں اسی طرح بنیادی دینی تعلیم پر بھی اپنے خون پسینہ کی کمائی صرف کرنی چاہئے ،اس کا تجربہ امارت شرعیہ نے بہار میں کیا ہے اور امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کے حکم پر محنت کی گئی تو ساٹھ خود کفیل مکاتب دو ماہ کے قلیل عرصہ میں قائم ہو گئے،ضرورت مشورے اور ترغیب دلانے کی ہے،ان خیالات کا اظہار اڈیشہ کے پانچ روزہ دورہ کے دوسرے دن جگت سنگھ پور کے مدرسہ ریاض العلوم میں علماء کے درمیان تبادلۂ خیال کرتے ہوئے امارت شرعیہ کے نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے کیا، وہ یہاں ایک سہ نفری وفد کے ساتھ جس میں مولانا صبغۃ اللہ قاسمی معاون قاضی دار القضاء امارت شرعیہ کٹک اور جناب راشد نجمی پرنسپل قاضی نور الحسن میموریل اسکول شامل تھے،آج یہاں پہونچے،مفتی صاحب نے اپنے رفقاء کے ساتھ دار القضاء کی زمین کا معائنہ کیا اور اس عمارت کا جائزہ لیا جس میں مستقبل قریب میں دار القضاء کا افتتاح ہونا طے ہوا ہے،مفتی صاحب نے ان موضوعات پر قاری شریف صاحب،مولانا غلام صمدانی اور مولانا سرفراز بانی و مہتمم جامعہ عبداللہ بن مسعود سے تبادلۂ خیال کیا،مفتی صاحب نے ان علماء کو یقین دلایا کہ آپ حضرات کے مشورے کی روشنی میں کام کو ان شاءاللہ آگے بڑھایا جائے گا۔

مفتی صاحب نے جامع مسجد کیسر پور کٹک میں جمعہ سے قبل اپنے خطاب میں حضرت امیر شریعت کی سمع وطاعت،اتحاد واتفاق ایک امت اور ایک جماعت بن کر زندگی گزارنے ،بنیادی دینی اور عصری تعلمی اداروں کے قیام اور گناہوں کے کام سے خود کو بچنے اور دوسروں کو بچانے کی ضرورت پر زور دیا،انہوں نے لوگوں کو جماعت کا سبق بتایا اور امارت پبلک اسکول پنشن لین، بخشی بازار کٹک کے قیام میں ہر قسم کے تعاون کی مسلمانوں سے اپیل کی،اس موقع سے مفتی صاحب نے فرمایا کہ حجاب کے سلسلے میں جس طرح سے سیاست ہو رہی ہے،وہ انتہائی افسوسناک ہے۔انہوں نے فرمایا کہ سکھ طلبہ پگڑی اور ہندو طلبہ جنیو وغیرہ کے ساتھ کلاس میں داخل ہو سکتے ہیں تو آخر مسلم لڑکیوں پر حجاب کے بغیر اسکول آنے کی پابندی کیوں لگائی جا رہی ہے،مفتی صاحب نے اس موقع سے مولانا منظور احمد کو بھی یاد کیا جو امارت شرعیہ کٹک کے نگراں تھے اور ان کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے،یہ اطلاع دفتر امارت شرعیہ کٹک سے مولانا صبغۃ اللہ قاسمی نے دی ہے۔

اتحاد امت اور اتباع شریعت کا پیغام لے کر امارت شرعیہ کا وفد مدھوبنی میں

مولانا سہیل احمد ندوی صاحب کی قیادت میں 12 سے 22 فروری تک ہوگا دورہ

امارت شرعیہ کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل، اتحاد امت اور نظام امارت شرعیہ کے استحکام کے لیے امارت شرعیہ کے علماء کا ایک موقر وفد امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت پر ضلع مدھوبنی کے مختلف مواضعات کے دورہ پر ہے۔اس وفد کی قیادت جناب مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ کریں گے۔امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب بھی حسب سہولت بعض اجلاس میں شریک ہوں گے ۔ یہ دورہ ۱۲ر فروری سے شروع ہو کر ۲۲ر فروری تک چلے گا۔اس درمیان یہ وفد ڈمرا، اندھرا ٹھاری، شیوا، رہیکا، لدنیا، ترہوتا، مصرولیا، گدرائین ، چھوڑاہی بابو برہی، مواہی ، بسہا، کھٹونہ بازار، جمیلا بازار، گیدڑ گنج، کلہر یا دھتا، گھنگھورہ، اکہری، برہڑا، خوشحال پٹی، باگھا کسمار، نرہیا بازار، یکہتہ، مجھوڑا، کمل پور، لوکہی، برموتر وغیرہ اور ان کے مضافات میں مختلف اصلاحی اجلاس میں شریک ہوگا۔وفد میں جناب مولانا مفتی شکیل احمد قاسمی صاحب شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ، جناب مولانا مفتی تبریز عالم صاحب استاذ دار العلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ، جناب مولانا مفتی آفتاب عالم قاسمی صاحب استاذ دار العلوم اسلامیہ امارت شرعیہ، جناب مولانا رضوان احمد مظاہری صاحب قاضی شریعت دار القضاء یکہتہ ، جناب مولانا امداد اللہ قاسمی صاحب قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ بھوارہ، جناب مولانا ارشاد رحمانی صاحب مبلغ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ اور جناب مولانا زین الحق قاسمی صاحب مبلغ امارت شرعیہ بھی شریک ہوں گے۔قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے علاقہ کے لوگوں سے اپیل کی ہے کہ امارت شرعیہ کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل، تعلیمی تحریک کو زمین پر اتارنے ،اتحاد امت اور نظام امارت شرعیہ کے استحکام اور اس کی مالی حیثیت کو مضبوط کرنے میں آپ حضرات کا پرجوش تعاون ضروری ہے، علاقہ کے باشعور افراد، علماء، ائمہ مساجد، نقباء و مخلصین امارت شرعیہ اور باحوصلہ نوجوانوں کا فرض ہے کہ اس پروگرام کو کامیاب بنائیں اور اپنی ملی بیداری کا ثبوت دیں۔مقامی ذمہ داروں میں مولانا منظور احمد شمسی صدر تنظیم امارت شرعیہ کھٹونا، محمد ضیاء اللہ رحمانی سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ کھٹونا، ڈاکٹر جبرئیل صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ لوکہی، مولانا ابو الحیات مفتاحی صاحب سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ لوکہی، مفتی مہتاب عالم صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ اندھرا ٹھاری، مولانا مفتی ابو الکلام صاحب سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ اندھرا ٹھاری، ماسٹر محمد مرتضیٰ صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ بابو برھی، مولانا پروفیسر محمد کاظم علی مظاہری سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ بابو برھی، مولانا محمد مطیع الرحمٰن مفتاحی صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ لدنیا، جناب ارشاد احمد ہیرا سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ لدنیا، ماسٹر مشتاق علی صاحب رکن شوریٰ امارت شرعیہ اور مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی صاحب پرنسپل مدرسہ رحمانیہ یکہتہ بھی شریک وفد ہیں۔

Scanned with CamScanner

مسلم دنیا کو جدید فکری و تہذیبی چیلنجز

تحریر: ڈاکٹر سید حسین نصر، ترجمہ: ڈاکٹر سہیل عمر

آج کی صورت حال اس بات کی متقاضی ہے کہ اگر کوئی شخص مغرب کی جانب سے اسلام کو دئے گئے چیلنجوں پر اور عمومی طور پر تہذیب جدید پر گفتگو کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنے کام کا آغاز شمشیرِ فرقان کو ہاتھ میں لے کر ایک طرح کی فکری بت شکنی سے کرنا ہوگا اور ان تمام بتوں سے زمین کو پاک کرنا ہوگا جنھوں نے معاصر منظرنامے کو گدلا دیا ہے۔ جدید تہذیب، مغرب میں ہو یا مشرق میں اس کے طغیان کی صورت میں، اس بات پر نازاں ہے کہ اس سے تنقیدی ذہن اور معروضی تنقید کی قوت کا ارتقا ہوا ہے، حالانکہ بنیادی طور پر یہ معلوم تہذیبوں میں سب سے کم تنقید مائل تہذیب ہے۔ یہ ایک ایسی تہذیب ہے جو سچے شعورِ امتیاز سے کوسوں ہٹی ہوئی ہے کیونکہ اس کے پاس وہ معروضی پیمانے نہیں ہیں جن سے یہ اپنی سرگرمیوں کا محاکمہ کر سکے۔ یہ ایک ایسی تہذیب ہے جو بنیادی اصلاح کی ہر سعی میں ناکام ہے کیونکہ یہ اپنی ہی اصلاح سے کام کا آغاز نہیں کر سکتی۔

ایک روایتی اسلامی ضرب المثل ہے کہ شیطان تیز دھار سے متنفر ہے۔ اس قدیم مقولے میں ایک گہری صداقت پوشیدہ ہے جو آج کی صورت حال پر براہ راست منطبق ہوتی ہے۔ چونکہ شیطان ہر جگہ موجود ہے سو وہ ہر جگہ تیکھے کناروں اور نوک کو کند کر کے، جن تک اس کی رسائی ہو سکتی ہے، اپنے اثرات ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ اس ماحول میں جس پر اس کے واضح اثرات موجود ہوں، حق و باطل کی واضح تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ اُصولوں کی تیز دھاریں گھس جاتی ہیں اور ان کا نکھرا سراپا بتدریج مدھم ہوتا چلا جاتا ہے۔ خیر و شر کا امتیاز پہلے سے زیادہ مبہم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ مقدس رسوم، عبادات اور عقائد جو انسان پر خدا کی نہایت قیمتی عنایات میں شمار ہوتی ہیں، اس فرسودہ کار اثر کی صورت میں جو ہر شے کو غیر واضح اور مبہم بنا ڈالتا ہے، بے ہیئت اور غیر معین ہو جاتی ہیں۔ پس جدید دنیا کی جانب سے اسلام کو پیش کیے گئے چیلنجوں پر گفتگو کرتے وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ فکری تنقیح و امتیاز کے اُن کڑے اور سخت گیر اُصولوں کو جن کی بنیاد ''شہادۃ'' پر ہو، کام میں لاتے ہوئے اس دھند کا پردہ چاک کیا جائے۔

اس شمشیر شہادت کا استعمال ضروری ہے تاکہ جاہلیت جدیدہ کے ان جھوٹے بتوں کو توڑا جا سکے جن کے سامنے ہمارے اکثر مسلمان، بغیر ان کی نوعیت کا اندازہ لگائے گھٹنے ٹیکتے چلے جا رہے ہیں۔ اس شمشیر کا استعمال ضروری ہے تاکہ ان تمام باطل افکار اور خود ساختہ نظاموں کا قلع قمع کیا جا سکے جن کی جدیدیت زدہ مسلمانوں کے ذہنوں پر پھپھوندی جم چکی ہے۔ یہ شمشیر معاصر مسلمان کی روح کی تراش خراش میں معاون ہوگی اور اسے ایک غیر متشکل ڈھیر سے ایک دمکتے بلور میں بدل دے گی جو نورِ ربانی سے مستنیر ہوتا ہے کیونکہ بلور اصل میں اپنے تیز اور واضح ترشے ہوئے کناروں کی بدولت ہی چمکتا ہے اور روشنی بانٹتا ہے۔

یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیے کہ آج کی صورت حال میں جدید دنیا پر، مابعد الطبیعیاتی اور مذہبی اُصولوں کے حوالے سے کی جانے والی تنقید اپنی عمیق ترین سطح پر ایک طرح کا کارِ خیر ہے اور اسلام کی سب سے مرکزی نیکیوں کے عین مطابق ہے۔ روایتی اسلامی زبانوں میں ''ادب'' کے مفہوم میں بیک وقت، خوش اخلاقی، خوش اطواری، تمدن اور ادبیات سب شامل ہیں۔ چند مسلمان وہ بھی ہیں جو نقد و تنقیح سے اس لیے باز رہتے ہیں کہ مبادا انھیں غیر شائستہ اور ادب سے عاری نہ سمجھا جائے۔ ہمیں اس بات کو نہیں بھولنا چاہیے کہ پیغمبر اسلام نہ صرف یہ کہ ''ادب'' پر اس کی کلیت میں حاوی تھے بلکہ وہ حق و صداقت کو بغیر لگی لپٹی کے پیش فرماتے تھے۔ ان کی زندگی میں ایسے لمحے بھی آئے جب انھوں نے انتہائی قطعی رویے کا اظہار فرمایا اور انھوں نے ادب پر صداقت کو کبھی قربان نہ فرمایا۔ اسلام نے کبھی اس بات کی تعلیم نہیں دی کہ انسان اتنا مودب ہو کہ دو جمع دو کو پانچ تسلیم کر لے۔ حقیقت یہ ہے کہ ''ادب'' حق کے ہر حالت اور ماحول میں، ادراک و ادعا کی تکمیل کرتا ہے۔ ایک دفعہ شمالی افریقہ کی ایک ممتاز روحانی شخصیت نے کہا تھا: کیا تم جانتے ہو کہ ''ادب'' کیا ہے؟ اس کا مفہوم ہے اپنی تلوار کو دھار دینا تاکہ جب تمھیں کوئی عضو کاٹنا ہو تو زیادہ اذیت کے بغیر تراشا جا سکے۔

مسلمانوں کو مغرب کے بارے میں اور اسلام کے لیے اس کی دعوتِ مبارزت پر گفتگو کرتے ہوئے اسی قسم کے زاویہ نگاہ کی ضرورت ہے۔ حق و صداقت کا نہ صرف یہ کہ ہماری جانوں اور جسموں پر حق ہے، بلکہ اسے ہمیں یہ حکم دینے کا حق بھی حاصل ہے کہ ہم دوسروں کو دعوت خیر دیں اور جب اور جہاں بھی ممکن ہو اس کی تشریح و توضیح کریں۔ آج ہمیں ناقد بننے کی ضرورت ہے۔ خواہ سخت گیری کی حد تک ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اب اس قسم کا رویہ شاذ کے حکم میں داخل ہو گیا اور اس کی شدید ضرورت ہے۔

آج دنیائے اسلام میں جس چیز کی کمی ہے وہ جدید دنیا میں ہونے والے واقعات کا بھرپور معائنہ اور محتاط تنقید۔!!

اس قسم کی تنقید کے بغیر مغرب کا مقابلہ کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش کبھی نہیں ہو سکتی۔ جدیدیت زدہ مسلمانوں کے تمام ایسے بیانات جو اس پیش کش اور ادعائیت سے شروع ہوتے ہیں کہ: ''اسلام اور فلاں فلاں شے میں تطبیق کا طریقہ'' وغیرہ وغیرہ۔ ناکامی کا منہ دیکھیں گے۔ خواہ یہ فلاں کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ ورنہ اسلام اور مغربی سوشلزم یا مارکسزم یا موجودیت یا ارتقائیت یا اسی قسم کی کسی بھی دوسری شے سے اسے تطبیق دینے کی تمام کوششیں اپنی تعمیر ہی میں صورت تخریب لیے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کی کوششیں کرنے والے زیر نظر ازم یا نظام نامے کو اسلامی اُصولوں کی روشنی میں کلی طور پر پرکھے بغیر ہی اپنا کام شروع کر دیتے ہیں۔!!

اس ناکامی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اسلام کو بجائے خود ایک مکمل ضابطۂ حیات اور تناظر نہیں سمجھتے۔ ایسا تناظر جو اپنی جگہ مکمل ہے اور بنابریں اسے کسی اور چیز کی نسبت اضافی یا نسبت توصیفی بنانے کا کوئی امکان نہیں خواہ اس چیز کو اسلام کی جگہ غیر شعوری طور پر مرکزی حیثیت دے دی گئی ہو۔ یہ لوگ اسلام کو ایک ایسے نظامِ حیات کے طور پر دیکھتے ہیں جو اشیا کے بارے میں صرف جزوی زاویۂ نگاہ رکھتا ہے اور اسے کسی جدید نظریے سے مکمل کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے آج کے رائج الوقت فیشنوں میں ہونے والی تیز تبدیلی، جس کے ذریعے ایک دن تو اسلامی سوشلزم قبولیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اور اگلے ہی روز لبرل ازم یا کوئی دوسرا مغربی ''ازم''، بجائے خود اس قسم کے زاویۂ نگاہ کی موجودگی اور سطحیت کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ جو شخص بھی اسلام کے ڈھانچے کو اس کی کلیت میں سمجھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اسلام کبھی خود کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ کسی ایسے نظام فکر کے مقابلے میں جو اس سے الگ اپنی حیثیت رکھتا ہو یا اس سے متصادم ہو، اس کی اپنی حیثیت محض ایک ترمیم کنندہ یا معاون کی ہو کر رہ جائے۔

مغرب کے کوکھ سے مختلف فیشن زدہ طرز ہائے فکر کم و بیش ایسی تیزی سے برآمد ہوتے رہتے ہیں جس تیزی سے موسموں میں تبدیلی آتی ہے۔ ان کے مقابلے میں جدیدیت زدہ مسلمانوں نے جو دفاعی اور معذرت خواہانہ زاویۂ نگاہ اپنا رکھا ہے وہ ان کی تنقیدی حس اور فرقانی روح کی کمی ہی کا شاخسانہ ہے۔ عام طور پر واضح کوتاہیوں پر یا ایسی کوتاہی جس پر تنقید کرنا آسان ہو، تنقید کی جاتی ہے لیکن کسی شخص میں یہ ہمت نہیں کہ وہ کھڑے ہو کر ہمارے عہد کے بنیادی مغالطوں کو ہدف بنا سکے۔ اس بات کی نشاندہی کرنا بڑا آسان ہے کہ روایتی مدارس میں طالب علموں کی زندگی حفظانِ صحت کے اُصولوں کے مطابق نہیں ہوتی لیکن اس بات پر ڈٹ جانا اور یہ کہہ گزرنا نہایت مشکل کام ہے کہ آج کے جدید تعلیمی اداروں میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے اس کا بیشتر حصہ طالب علموں کے نفوس کے لیے بے حد مہلک ہے، بمقابلہ بعض قدیم مدارس کی حفظان صحت کے اُصولوں سے عدم مطابقت رکھنے والی عمارات کے خطرات کے۔ اسلامی دنیا میں ایسے لوگوں کی تعداد شاذ ہے جو مغرب کی آنکھ میں آنکھ ڈال سکیں اور عقل کلی اور روح کی شمشیر کے ذریعے اس کے اس چیلنج کی اصل و بنیاد کا جواب دے سکیں جو اسلام کو مغرب کی طرف سے درپیش ہے۔ آج ایسی ہی حالت ہے لیکن ایسی صورت حال کو باقی نہیں رہنا چاہیے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی دنیا میں ایک نئے فکری طائفے کی بنیاد نہ ڈالی جا سکے جو اسلامی وحی کے پیغام سے میسر ابدی اقدار کی روشنی میں جدید دنیا پر ایک معروضی تنقید کر سکے اور جدید انسان کی قابل رحم حالت پر (اور اس کی ہر لحظہ بڑھتی ہوئی قابل رحم حالت پر جس کا اسے سامنا ہے) خدا کے عطا کردہ اسلامی خزانوں کو لٹا سکے۔

جدید چیلنجز اور مختلف مسلم مکاتب فکر:

اسلامی دنیا میں آج اصلاً افراد کے دو ہی طبقے موجود ہیں جن کا تعلق مذہبی، عقلی اور فلسفیانہ مسائل سے ہے یعنی طبقہ علما جن میں عام طور پر دیگر مذہبی اور روایتی مستند لوگ (مثلاً صوفیا) شامل ہیں اور (دوسرا) متجد دین کا وہ طبقہ جسے اب بھی مذہبیات سے دلچسپی ہے۔ لیکن اب ایک تیسرا طبقہ بھی بتدریج وجود میں آ رہا ہے جو علما کی طرح روایتی بھی ہے مگر جدید دنیا سے بھی آگاہ ہے۔ جہاں تک علما اور دیگر روایتی روحانی شخصیات کا تعلق ہے بتایا جا چکا ہے کہ وہ جدید دنیا اور اس کی پیچیدگی کا گہرا علم نہیں رکھتے۔ لیکن وہ اسلامی روایت کے امین اور محافظ ہیں اور ان کے بغیر روایت کا تسلسل ہی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ جدیدیت زدہ لوگ ان پر معترض رہتے ہیں کہ وہ مغربی فلسفہ، سائنس اور جدید معاشیات اور اس قبیل کے دیگر علوم کی باریکیوں سے واقف نہیں لیکن یہ تنقید جو عموماً بڑی سہولت سے کر دی جاتی ہے اکثر و بیشتر غلط سمت میں ہوتی ہے۔ گزشتہ صدی میں اسلامی دنیا میں سیاسی اور معاشی قوت پر جو لوگ حاوی تھے انھوں نے مدارس کو اس سمت میں پیش قدمی کرنے کا شاذ ہی موقع فراہم کیا کہ ان کے علماء جدید دنیا سے غلط اثرات قبول کیے بغیر اس سے بہتر طور پر واقف ہو سکیں۔ چند مقامات پر جہاں مدرسے کے نصابات میں ترمیم کی کوششیں کی گئیں ان کی تہ میں بیشتر یہ مقصد پوشیدہ ہوتا تھا کہ کسی طرح روایتی نظام تعلیم کا حلیہ اس حد تک بگاڑ دیا جائے کہ اس کا خاتمہ ہو سکے۔ نہ یہ کہ ان مدارس کے نصابات میں ایسے کورس شامل کیے جائیں جن کے باعث اسلامی تعلیمات کی روشنی میں طلبہ جدید دنیا سے متعارف ہو سکیں۔ علاوہ ازیں اس قسم کے ادارے بنانے کی کوشش نہ ہونے کے برابر کی گئیں جو روایتی مدارس اور جدید تعلیمی درس گاہوں کے درمیان پل کا کام دے سکیں۔ بہرحال جدیدیت پرستوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ علما کو ایسی چیزوں سے بے علمی کا طعنہ دے سکیں جن پر حاوی ہونے کا انھیں سرے سے کوئی موقع ہی فراہم نہ کیا گیا۔

جہاں تک دوسرے طبقے (جدیدیت پرست) کا تعلق ہے، جن کے رویوں کا پچھلے ابواب میں تجزیہ کیا جا چکا ہے وہ یا تو مغربی یونی ورسٹیوں کی پیداوار ہیں یا اسلامی دنیا کی ان یونی ورسٹیوں کی جو کم و بیش مغرب کی نقالی کرتی ہیں۔ اب قصہ یہ ہے کہ اسلامی دنیا کی یونی ورسٹیاں بجائے خود بحرانی حالت میں ہیں اور یہ بحران تشخص کے سوال سے اُبھر رہا ہے کیونکہ ایک نظام تعلیم کا تعلق نامیاتی طور پر اس کلچر سے ہوتا ہے جس کی آغوش میں یہ برسرِ عمل ہوتا ہے۔ ایک جیٹ طیارے کو آپ ایشیا یا افریقہ کے کسی بھی ملک کے ہوائی اڈے پر اتار سکتے ہیں اور اسے اس ملک کا حصہ گردانا جا سکتا ہے لیکن ایک نظام تعلیم کو آپ محض درآمد نہیں کر سکتے۔ یہ حقیقت کہ اسلامی دنیا میں جدید جامعات ایک ایسے بحران سے دوچار ہیں جو مغرب میں موجود جامعات کے بحران سے مختلف ہے، بذات خود اس دعوے کا ثبوت ہے۔ اس بحران کا ہونا فطری تھا کیونکہ مقامی اسلامی کلچر ابھی زندہ ہے۔

مزید یہ کہ بحران زیادہ تر ان لوگوں کو شدید طور پر متاثر کرتا ہے جو ان جامعات میں تعلیم پاتے ہیں اور جنھیں عام طور پر ''طبقۂ دانشوراں'' Intellegensia کا نام دیا جاتا ہے۔ ''انٹلکچوئل'' کی طرح یہ اصطلاح بھی نہایت بدقسمت رہی ہے کیونکہ یہ جن لوگوں سے خاص ہے انھیں اکثر و بیشتر "دانش" کی ہوا بھی نہیں لگی لیکن بہرحال انھیں جس نام سے بھی پکارا جائے ان میں سے اکثر میں جو مغربی طرز کی جامعات کی پیداوار ہوتے ہیں ایک بات مشترک ہوتی ہے: ''ہر مغربی چیز کی شدید للک اور ان چیزوں کے سلسلے میں احساسِ کمتری جن کا تعلق اسلام سے ہو''۔ متعدد جدید ذہن کے مسلمانوں کا مغرب کے مقابلے میں یہ احساس کمتری، جو مسلمانوں کے علاوہ ان جدیدیت زدہ مشرقیوں کے یہاں بھی عموماً پایا جاتا ہے جو بت پرستی کی جدید شکلوں کی آشفتہ مغزی Psychosis کا شکار ہو جاتے ہیں، وہ مرض عظیم ہے جو اسلامی دنیا کو درپیش ہے اور وہ اسی گروہ کو سب سے زیادہ دق کر رہا ہے جس کے بارے میں توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ مغرب کے چیلنج کا مقابلہ کر سکے گا۔ چنانچہ اسلام کی مغرب کے ساتھ مبارزت کا مسئلہ اس وقت تک زیر بحث نہیں آ سکتا جب تک اس ذہنیت کو نگاہ میں نہیں رکھا جاتا جو بیشتر صورتوں میں جدید یونی ورسٹی تعلیم کی پیداوار ہے۔ ایک ایسی ذہنیت جو پچھلی صدی میں اکثر و بیشتر ان معذرت خواہانہ اسلامی ''تصانیف'' کی ذمہ دار ہے جو اسلام اور مغرب کے تصادم سے متعلق ہیں۔ (بشکریہ ماہانہ محدث عصر دیوبند)

Scanned with CamScanner

اولاد کی تربیت کا اسلامی طریقہ

مفتی ذاکر خلیل قاسمی

اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے انسانی زندگی کے کسی گوشے کو تشنہ کام نہیں چھوڑا۔ پیدائش سے موت تک، پھر مرنے کے بعد پیش آنے والے احوال وکوائف، حشر ونشر، جنت و دوزخ، سب کے بارے میں اپنے پیروکاراور تابعین کو تفصیل سے معلومات فراہم کیا۔ بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر مکمل رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح اولاد کی تربیت اور اصلاح کے لیے اسلام نے ایک جامع نظام العمل اور کامل ومکمل دستور حیات دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اولا دخدا کی دی ہوئی بیش بہاامانت قیمتی خزانہ اور ایک عظیم نعمت ہے۔ اللہ کی دی ہوئی امانت یعنی اولاد کی تربیت اگر اللہ تعالی کے منشاء اورمرضی کے مطابق ہوتو وہ دنیا میں سکون قلب کا باعث، آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہر طرح سے معاون ثابت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی مضبوط سہارا، سفارشی اور مددگار ہوگی، ساتھ ہی اللہ تعالی نے جو ذمے داری والدین پر ڈالی ہے، اس سے وہ سبکدوش ہو جائیں گے اور اللہ کے حضور وہ کسی طرح کے جوابدہ نہ ہوں گے۔ اولاد پر ان کی حجت قائم ہوجائے گی۔ قیامت کے دن ان سے اس سلسلے میں کوئی سوال نہ ہوگا۔ اولاد کے حقوق ادا کرنے پر ماں، باپ کو آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی جنت جیسا سکون، راحت، چین اور اطمینان نصیب ہوگا اور گھر کا ماحول بھی دینی، اسلامی اور نورانی ہوگا۔ قیامت کے دن یہی نیک طینت، راست باز اور پاک دامن اولاد ماں باپ کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ اور درجات کی بلندی کا باعث بنے گی۔

اور اگر اولاد کے حقوق ادا نہ کئے گئے، ان کو اسلامی تہذیب وتمدن اور اخلاقی وروحانی اقدار سے روشناس نہ کرایا گیا۔ کبائر وصغائر سے بچانے کی سعی نہ ہوئی اور توحید ورسالت کی تعلیمات سے آراستہ اور مزین نہیں کیا گیا تو کل قیامت کے دن والدین اللہ کے نزدیک مجرم ہوں گے اور گناہوں اور بداعمالیوں کا وبال بھی ان کو اپنے سر اٹھانا پڑے گا۔ اور پھر انہیں اس وقت کف افسوس ملنا پڑے گا۔ اور یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ کاش میں بانجھ ہوتا اور یہ میری اولاد نہ ہوتی۔ اور پھر ان کے حق میں بددعا کریں گے ان کو کوسیں گے اور آخرت میں بھی ایسی اولاد ماں باپ کے لیے راحت وعافیت کے بجائے کلفت اور عذاب کا باعث ہوگی۔

بچوں کو سب سے پہلے ایسی تعلیم دی جائے جن سے انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ اس ارض وسماء کون ومکاں، جن وانس خود اس کا خالق ومالک کون ہے؟ اس لیے کہ اسلامی تعلیمات کا آغاز اور علم الٰہی کی ابتداء ہی یہیں سے ہوتی ہے۔ ''اِقرا باسم ربک'' یعنی آپ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھئے۔

پھر بچوں کی ایسی تربیت کی جائے جس سے ان کے ماں باپ، خویش واقارب اور بڑے بوڑھے، اساتذہ اور دوسرے تمام ذی احترام اور قابل قدر شخصیتوں کی عزت وعظمت کا ایسا خوگر اور عادی بنا دیا جائے کہ تمام عمر یہ گنج گراں مایہ ان کے ہاتھوں سے چھوٹنے نہ پائے۔ پھر چھوٹوں پر شفقت اور ان سے پیار ومحبت، الفت ونرمی کے برتاؤ کا درس بھی دیا جائے، اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا'' اس عالم رنگ وبو اور انسانی پھلواری میں اللہ تعالی ایسا پھول لگانا چاہتا ہے جس سے پوری دنیا معطر ہو جائے اور اس کی خوشبو چار سو پھیل کر کائنات کے ذرے ذرے کو معطر کر دے، اس لیے اس پھول کے اگنے سے پہلے ایسا انتظام وانصرام کیا گیا کہ اس میں کسی ایسی چیز کی ملاوٹ نہ ہو جائے اور اسے کوئی ایسی چیز مس نہ کر دے جس سے اس کی خوشبو اور مہک میں کوئی فرق پڑ جائے۔ اللہ تعالی نے اولاد کی پیدائش وافزائش کا جو فطری اور شرعی طریقہ رائج فرمایا کہ مرد وعورت کے اختلاط سے ایک تیسری ہستی وجود میں آتی ہے جو اس کارگہ عالم کا مہکتا ہوا پھول درخشندہ ستارہ اور قوم وملت کا مستقبل ہے، مرد وعورت کو یہ ہدایت دی گئی کہ اگر تم اس بے جان بے وجود شئے کو معرض وجود میں لانے کا سبب بننا چاہتے ہو تو سب سے پہلے یہ دعا پڑھ لو۔ بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا (بخاری) اے اللہ ہم تیرے نام سے اس امر کا آغاز کرتے ہیں ہمیں اور ہماری اولاد کو شیطان مردود سے بچا۔ یہ امتیاز اور خصوصیت تو صرف دین حنیف اور مذہب اسلام کی ہے کہ جس نے اولاد کی صالحیت کی طرف پیدائش سے قبل ہی توجہ دلائی، تاکہ انسانی معاشرہ سلامت رہے اور اس کی صالحیت برقرار رہے۔

اولاد کی تعلیم وتربیت میں والدین کا نمایاں کردار ہوتا ہے، والدین کم عمری میں بچوں کی جیسی تربیت کرنا چاہے، کر سکتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ خود بھی ان کے دلوں میں خدا کا خوف ہو۔ اسلامی اقدار اور تعلیمات نبوی سے آشنا ہوں، خود وہ کامل اور مکمل مسلمان ہوں اسلامی تہذیب، کلچر کی اہمیت وافادیت اور اسکے سلسلے میں مکمل معلومات ان کے پاس موجود ہوں تب وہ باآسانی اور صحیح طریقے پر اپنے بچوں کی تربیت کر سکیں گے۔ اللہ کے رسول نے فرمایا: کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام وأبواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ. ہر بچہ فطرۃ مسلمان پیدا ہوتا ہے، مگر اس کے والدین اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی بنا دیتے ہیں یا پھر مجوسی بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کی ترغیب دو اور دس سال کا ہونے کے بعد نماز نہ پڑھے تو اس کو مارو۔ (ابوداؤد) حضرت لقمان حکیم کا قول ہے کہ باپ کی سزا اولاد کے لیے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لیے پانی'' بے جالاڈو پیار ہ محبت کے اظہار سے بچہ خراب ہو جاتا ہے، اس کا مستقبل تاریک اور زندگی ناکارہ ہو جاتی ہے۔ ہاں حد سے زیادہ سختی بھی بچوں کے لیے نقصان دہ ہے۔

اللہ تعالی نے دنیا کی تمام مخلوقات میں اولاد کی پرورش کرنے اور اس کی نگہداشت کی مکمل ذمے داری والدین پر ڈالی ہے، ہر مخلوق خواہ وہ چرند و پرند ہو یا سانپ بچھو سمندر کی مچھلیاں ہو یا حشرات الارض کیڑے مکوڑے بھی یہ کوشش کرتے ہیں کہ ان کا بچہ اپنی زندگی گزارنے میں خود کفیل ہو جائے۔ اس کے بدن میں طاقت، زبان میں بولی اور بازؤوں میں اڑنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے، اس کے لیے وہ بڑی محنت ومشقت کرتے ہیں، چنانچہ سوائے انسان کے ساری مخلوقات کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے بچے کامیاب زندگی گزارنے کے قابل اور لائق ہو جائیں لیکن انسانوں پر اور بطور خاص مسلمانوں پر اس کے علاوہ بھی بہت کی ذمے داریاں اولاد کے تئیں عائد ہوتی ہیں۔ اگر مسلم ماں باپ بھی اپنی اولاد کے صرف جسمانی تقاضوں کو پورا کر کے مطمئن ہو جائیں گے تو اس سے وہ عنداللہ اپنی اولاد کے حقوق ادا کرنے والے نہ ہوں گے، بلکہ وہ اولاد کے حقوق کو تلف کرنے والے سمجھیں جائیں گے۔ اور مسلم والدین اور غیر مسلم والدین کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔ اسلامی نظریہ اور اسلامی طریقہ تو اولاد کی تربیت کے سلسلے میں یہ ہے کہ جس طرح بچے کی جسمانی قوت میں اضافے کی کوشش کی جاتی ہے اسی طرح اس کی روحانی اور اخلاقی سطح کو بھی مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے، تاکہ وہ بڑے ہو کر ہر محاذ پر اسلام کا سر اونچا اور والدین کا سر بلند کرے۔

مسلم نوجوانوں کی بھی ایک بڑی تعداد تعلیم وتعلم سے کنارہ کش اور قطع تعلق ہو کر اور بے روزگار ہو کر محلوں اور بستیوں میں چکر کاٹتے ہیں۔ ان کا عام مشغلہ سڑکوں، چوراہوں اور ہوٹلوں پر کھڑا رہنا ہے۔ والدین کی صحیح تربیت اور مناسب اصلاح نہ ہونے کی وجہ سے فحش کلام ان کا تکیہ کلام بنا ہوا ہے کھیل کود ہنسی مذاق، اسکول وکالج میں بلکہ ہر جگہ ہر کام میں بے باک اور بے حیا بن کر بانگ دہل بدکلامی کا مظاہر کرتی ہے۔

والدین عموما اور باپ خصوصا اپنی تجارت، کاروبار، ملازمت اور بے جا یا بجا مصروفیتوں میں کچھ اس طرح الجھے ہوئے ہیں کہ انہیں اولاد کی تعلیم وتربیت اور دیکھ ریکھ کی قطعا فرصت نہیں ملتی اور نہ اولاد کی بداخلاقی ان کے ضمیر کو جھنجوڑتی ہے کہ اولاد کی بے راہ روی سے دنیا میں بھی ان کی ناک کٹ سکتی ہے اور آخرت میں بھی وہ عنداللہ ماخوذ ہو سکتے ہیں۔

افسوس ہے کہ مسلم معاشرے کے وہ ماں باپ کتنے مطلب پرست ہیں جو اولاد صرف اس لیے پیدا کرتے ہیں کہ وہ ان کی زندگی کی راحت وآرام کا سامان بن سکے۔ وہ اپنی اولاد سے ہر طرح کا مفاد، اور خدمات تو حاصل کر لیتے ہیں۔ یا مستقبل میں بڑی بڑی مراعات حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں، جو خواہش اکثر پوری نہیں ہوتی ہے۔ اور شکوے شکایت کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہتا ہے مگر وہ خود اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی فکر نہیں کرتے جو اولاد کے تئیں ان پر شرعی اور اخلاقی اعتبار سے عائد ہوتی ہیں۔ اس طرح وہ خاندان، معاشرے اور ملک میں اپنی غیر تربیت یافتہ غیر تعلیم یافتہ اور ناہنجار اولاد کے ذریعہ کئے گئے مختلف جرائم کا سب بنتے ہیں اور بسا اوقات ان سے یہ جرائم کراتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اولاد شجر انسانیت کے وہ بہترین پھل اور پھول ہیں جن سے ماں باپ کا نام دنیا میں روشن اور تابناک رہتا ہے مگر انہیں اولاد سے اگر دنیا میں شر وفساد پھیلے تو وہ ماں باپ کی بدنامی کا سبب بنتی ہے اور والدین کے لیے سوہان روح بن جاتی ہے اور نہ ان کے حقوق پورے ہوتے ہیں بلکہ والدین کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ باقاعدہ طور پر اولاد کی تربیت پر توجہ دیں اور اس سلسلے میں اپنے روپیہ پیسہ کے ساتھ ساتھ اپنے قیمتی اوقات بھی صرف کریں، صرف دنیا میں ان سے بڑی بڑی امیدیں باندھ کر نہ بیٹھ جائیں اور انہیں شتر بے مہار کی طرح نہ چھوڑ دیں کہ وہ آخرت میں وبال جان بن جائیں۔ ارشاد ربانی ہے۔ ''اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے جن کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں''۔ دنیوی علم وہنر، پیشہ، حرفت وصنعت میں بچوں کو لگانا گناہ نہیں ہے، بلکہ وقت کا تقاضہ اور زمانے کی آواز ہے مگر دینی تربیت اور اسلامی معلومات بھی ضروری ہے۔

حضرت عمر فاروق نے فرمایا: کہ اپنی اولاد کو علم سکھاؤ، تیراکی سکھاؤ، تیراندازی سکھاؤ، گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر بیٹھنا سکھاؤ، گھوڑسواری اور تیراکی کو اسلام نے عبادت بتایا ہے۔ (طبرانی) ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص پر اللہ کی رحمت ہو جو اپنے گھر میں کوڑا لٹکائے رکھے تاکہ اس کے ذریعہ اس کے اہل وعیال ڈریں''۔ (کنز العمال؛ ج۲۱، ص۲۷۵) ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ تم میں سے ہر شخص نگراں ہے، ہر ایک کو اپنے متعلقین کے بارے میں جواب دینا ہوگا۔ بادشاہ کو اپنی رعایا کے بارے میں سردار کو قبیلے کے بارے میں اور شوہر کو اپنی بیوی اور بچوں کے بارے میں۔ خلاصہ یہ کہ اولاد کی تعلیم وتربیت والدین کا اسلامی اور اخلاقی فریضہ ہے، جس میں کوتاہی کرنے والوں کی کسی طرح حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی، یہ ایسا جرم ہے جو عنداللہ بھی شرمندگی کا باعث بن سکتا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ تربیت کے یہ تمام طریقے اس وقت تک ہیں جب بچہ نوعمر اور قریب البلوغ ہو۔ جب وہ بالغ ہو جائے اور جوان ہو جائے تو اس وقت تربیت واصلاح کے کچھ اور طریقے ہیں، اس عمر میں اگر بچہ سمجھانے اور نصیحت کرنے سے اپنی غلط روش سے باز آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ والدین کو چاہئے کہ وہ اولاد کی ضلالت وگمراہی فسق وفجور اور دوسرے گناہوں اور بداعمالیوں سے روکنے کے لیے ان کی تنبیہ کریں اور ان کا ساتھ نہ دیں، انہیں ان کی بغاوت کا احساس دلا کر اس طرح کے کاموں کو ترک کرنے کی تلقین کریں اور ان سے بالکل میل جول نہ رکھا جائے یہاں تک کہ وہ اپنی بری خصلتوں اور غلط حرکتوں سے باز آجائیں۔ اس طرح ان کی تربیت واصلاح ممکن ہو سکتی ہے، اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو اپنی اولاد کی اسلامی تربیت کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

Scanned with CamScanner

اسلام میں تکثیری سماج

مفتی محمد ساجد قاسمی

تمام انسان، خواہ وہ کسی مذہب اور فکر سے تعلق رکھتے ہوں، سب اللہ کی مخلوق ہیں، وہ مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں، ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور تمام فطری اوصاف میں شریک ہیں۔ ساتھ ہی وہ مذہبی، فکری، اعتقادی اور لسانی تنوع اور تکثر کو بھی ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کرتا ہے اور اس اختلاف وتنوع کو اللہ کی سنت قرار دیتا ہے۔ اسلام انسان اور انسانیت کا پورا احترام کرتا ہے؛ بلکہ ان کے ماننے والوں کو مکمل مذہبی آزادی بھی دیتا ہے، اور ان کے ساتھ رواداری کا معاملہ کرتا ہے۔ کسی قسم کے ٹکراؤ یا دباؤ کے بجائے اپنے ماننے والوں کو بقائے باہم کے اصول کا درس دیتا ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں یہودیوں کے ساتھ میثاق مدینہ کے ذریعے جس ''مشترک معاشرہ'' کی طرح ڈالی، وہ تکثیری سماج کا پہلا نمونہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافتِ راشدہ، اموی، عباسی اور عثمانی دور میں اسلامی حکومتوں میں دیگر اہل مذاہب وعقائد کو مکمل مذہبی آزادی اور شہری حقوق حاصل رہے، جس کی نظیر دیگر مذہبی حکومتوں میں نہیں ملتی ہے۔

اسلام اور مشترکہ انسانی صفات

اللہ تعالی نے تمام انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا؛ چنانچہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! اگر تم دوبارہ زندہ کیے جانے کے سلسلے میں شک میں ہو تو (غور کرو) ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالی نے تمام انسانوں میں روح ڈالی، اُن کو عزت بخشی، عقل وارادے سے نوازا اور عمدہ اوصاف سے آراستہ کیا؛ تاکہ اس عالم کی تعمیر وترقی میں حصہ لیں۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: جس نے ہر چیز کی بہتر تخلیق فرمائی، اور انسان کی تخلیق کا آغاز مٹی سے کیا، پھر حقیر پانی کے قطرے سے اس کی نسل جاری فرمائی، پھر اس کو مکمل کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی، اور تمھارے لیے کان آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم شکر کرتے ہو۔ اس لیے ہر انسان جس کے اندر اللہ تعالی نے اپنی طرف سے روح پھونکی ہے، وہ عزت کا مستحق ہے اور اس کے حقوق کا تحفظ ضروری ہے؛ البتہ اگر اس کی طرف سے ظلم وزیادتی ہوتی ہے تو پورے انصاف کے ساتھ اسی کے بہ قدر اس سے بدلہ لیا جائے گا اور اس میں حد سے تجاوز نہیں ہوگا۔

تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''والناس بنو آدم وخلق اللہ آدم من تراب'' (سنن الترمذی)۔ ترجمہ: تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ تعالی نے مٹی سے پیدا کیا۔ تمام انسان جسمانی عقلی اور نفسیاتی صفات میں ایک دوسرے کے مانند ہیں، نیز اصل جذبات اور خواہشات میں سب یکساں ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ایک انسان پتھر سے بنا ہوا ہے، دوسرا لوہے سے اور تیسرا سونے سے؛ بلکہ تمام انسانوں کی اصل ایک ہے اور خلقی اوصاف میں سب برابر ہیں۔ مذکورہ بالا آیات میں مشترکہ اوصاف مسلمان کو دوسروں سے قریب کرتے ہیں۔ علم نفسیات کے مطابق جن دو انسانوں کے درمیان جتنے زیادہ مشترکہ اوصاف ہوں گے، ان میں اتنا زیادہ قرب، ہم آہنگی اور شناسائی ہوگی۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ پیغام ملتا ہے کہ مسلمان دوسرے کو بحیثیت انسان قبول کریں؛ اس لیے کہ وہ انسانیت شریک بھائی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اسی انسانی اخوت کی بنیاد پر حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی فرمایا؛ چنانچہ فرمایا: وإلى عاد أخاهم هودا، قال يقوم اعبدوا الله مالكم من إله غيره، أفلا تعقلون (الاعراف) ترجمہ: اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر بھیجا) انھوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو، نہیں ہے تمھارا کوئی معبود سوائے اس کے، کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔ اسی طرح متعدد انبیاء علیہم السلام کو ان کی قوموں کا بھائی فرمایا گیا۔

اسلام اور مذہبی و فکری تنوع

اس دنیا میں مختلف مذاہب افکار اور تصورات کے لوگ رہتے ہیں، یہ اختلاف اور تنوع اللہ تعالی کی مشیت وحکمت کے تحت ہے؛ چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ومن آياته خلق السموت والأرض واختلاف ألسنتكم وألوانكم إن في ذلك لآيات للعالمين (الروم) ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے آسمان وزمین کی تخلیق، اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا اختلاف ہے، یقیناً اس میں جاننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اور دوسری آیت میں ارشاد فرمایا: اور اگر اللہ تعالی چاہتا تو تم لوگوں کو ایک ملت بنا دیتا؛ لیکن جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔ ایک اور آیت میں فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک دستور اور طریقہ بنایا اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک قوم بنا دیتا؛ لیکن (اس نے ایسا نہیں کیا) تاکہ وہ تم کو آزمائے اس میں جو تم کو عطا کیا، لہٰذا خیر کے کاموں میں سبقت کرو۔

مذکورہ بالا آیات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالی کی حکمت اور مشیت اس مذہبی اور اعتقادی اختلاف کی متقاضی ہے، اور اس کا مقصد بندوں کا ابتلا اور آزمائش ہے۔ اس مضمون کی آیات اور احادیث مسلمانوں کو تعلیم دیتی ہیں کہ وہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ امن وسلامتی سے زندگی بسر کریں۔

اسلام میں انسان کا احترام اور اس کے حقوق کا تحفظ

اسلام، انسان کا بحیثیت انسان اس کے مذہب اور فکر وعقیدے سے قطع نظر احترام کرتا ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ولقد كرمنا بني آدم (الاسراء) ہم نے بنی آدم کو معزز بنایا۔ نیز اللہ تعالی نے اس کو مذہب وعقیدے کے حوالے سے آزادی عطا فرمائی؛ چنانچہ ارشاد فرمایا: لا إكراه في الدين (البقرہ) ترجمہ: مذہب کے معاملے میں کوئی جبر نہیں؛ چنانچہ اس نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی، مثلہ (انسان کے ناک کان کاٹنے اور شکل بگاڑنے) سے منع کیا، ستانے اور خوف زدہ کرنے سے روکا، اس کی عزت وآبرو، حقوق، جائیداد کو اہمیت دی۔ تمام انسانوں کو برابر قرار دیا؛ البتہ ان میں فرق مراتب ''عمل صالح'' کی بنیاد پر رکھا۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: يأيها الناس إنا خلقناكم من ذكر و أنثى وجعلناكم شعوبا و قبائل لتعارفوا إن اكرمكم عند الله أتقاكم (الحجرات) ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو مرد وعورت (آدم اور حوا) سے پیدا کیا، اور تم کو قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا؛ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، تم سے زیادہ تقوے والا اللہ کے نزدیک زیادہ معزز ہے۔

اسلام میں انسان کے احترام کا یہ عالم ہے کہ وہ مردہ شخص کے احترام کا بھی حکم دیتا ہے۔ روایت ہے کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے، ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے، ان کو بتایا گیا کہ یہاں کے کسی ذمی کا جنازہ ہے، تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے، آپ کو بتایا گیا کسی یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا وہ انسان نہیں ہے؟ (صحیح البخاری)

نیز اسلام کسی کو مذہب اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا ہے خواہ وہ کسی مسلمان کا بیٹا کیوں نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ابن الحصین انصاری کے دو لڑکے تھے جو ہجرت سے پہلے عیسائی مذہب اختیار کر کے شام چلے گئے۔ پھر وہ مدینہ واپس آئے، تو انھوں نے ان دونوں سے مذہب اسلام میں داخل ہونے کے لیے اصرار کیا، ان دونوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ کے پاس لے کر آئے؛ تاکہ آپ انھیں اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور کریں، ان کے والد کا کہنا تھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میرا لخت جگر میری آنکھوں کے سامنے جہنم میں جائے گا؟ چنانچہ اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی لا إکراہ فی الدین ترجمہ: مذہب کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔ پھر انھوں نے ان دونوں کو چھوڑ دیا۔ (تفسیر طبری مطبوعہ بیروت)

تاریخ کا پہلا تکثیری سماج اور اس کا دستور

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد پہلی اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں معاشرے کو دو لحاظ سے مضبوط کیا: (۱) مسلمانوں میں اخوت کا رشتہ استوار کیا؛ چنانچہ انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات قائم کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے مال اور جائیداد میں شریک کیا۔ (۲) مدینہ میں رہنے والے مسلمان اور یہودیوں کے درمیان ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے مدینہ کے تمام شہریوں کو حقوق وفرائض میں مساوی حیثیت دی گئی۔ اور مدینے کا دفاع سب کی مشترکہ ذمے داری رکھی گئی۔ قریش اور دیگر قبائل اس نومولود حکومت سے برسر پیکار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ، اسلام اور اس اسلامی حکومت کا دفاع کرتے تھے، ساتھ ہی اسلام کی تبلیغ بھی کرتے تھے اور ان سے معاہدے بھی کرتے تھے؛ لیکن وہ کسی بھی عہد وپیمان کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پُرامن بقائے باہم کے لیے مدینے میں ایک ''مشترک معاشرہ'' قائم کیا، آپ نے اس کے لیے یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا، یہ شہری حقوق اور مذہبی آزادی کے حوالے سے تاریخ کا پہلا معاہدہ تھا، جس میں یہودیوں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی تھی اور ان کے دفاع اور تحفظ کی ذمے داری لی گئی تھی؛ لیکن یہودیوں نے اس معاہدے کی پابندی نہیں کی؛ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک قتل کرنے کی سازش بھی رچی، اور اسی پر بس نہیں کیا؛ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے برسر پیکار قریش اور مشرکین سے رابطہ کیا اور ان کو جنگ کے لیے اکسایا، اور جنگ احزاب کے موقعے پر مسلمانوں کے خاتمہ کا پروگرام بنایا، اس طرح وہ سنگین جرم کے مرتکب ہوئے اور اس کے نتیجے میں سنگین سزا کے مستحق ٹھہرے۔ یہ معاہدہ ۴۷ دفعات پر مشتمل ہے جن میں سے اکثر دفعات کا تعلق یہودیوں سے ہے، معاہدہ کے مشمولات مذہبی آزادی، حقوق کا تحفظ، جان ومال کا تحفظ، بیرونی حملہ آور دشمن کا مقابلہ، باہمی ہمدردی، کسی اختلافی معاملے کے حل کا طریق کار، مصالحت کا دائرہ اور اختیارات تھے۔

میثاق مدینہ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاری کے لیے شہری حقوق کے حوالے سے متعدد دستاویزات جاری فرمائیں۔ آپ نے غزوہ تبوک کے بعد نجران کے عیسائیوں کے لیے ایک دستاویز لکھی جو انصاف، رواداری اور مذہبی آزادی کی آئینہ دار ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مذہبی آزادی اور مکمل تحفظ دیا اور ان پر بہت معمولی جزیہ مقرر کیا، آپ نے تحریر فرمایا: اہل نجران اور ان کے قرب وجوار کے لوگوں کے لیے اللہ کی پناہ ہے ․․․ ان میں سے کوئی دوسرے کے ظلم کی وجہ سے ماخوذ نہیں ہوگا، متعلقہ دستاویز کے مطابق ہمیشہ اللہ کی پناہ اور نبی کا عہد رہے گا؛ یہاں تک کہ اللہ تعالی کا امر آجائے، اگر وہ اپنے اوپر عائد ذمے داریوں کے بارے میں خیر خواہی اور بھلائی سے کام لیں۔ یہود کی جانب سے مدینے میں معاہدے کی خلاف ورزی کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرے کے شمال میں واقع یہودی بستیوں کو امن وتحفظ کے لیے دستاویزات لکھ کر دیں۔ آپ نے یہودیوں کے قبیلے بنی جنبہ کو دستاویز لکھ کر دی، جس میں تحریر فرمایا: ترجمہ: حمد وصلاۃ کے بعد تمہارے قاصد اپنی بستی کو واپسی پر ہمارے یہاں فروکش ہوئے، جب تم کو میری یہ تحریر مل جائے تو تم مامون ہو، تمہارے لیے اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے، رسول اللہ تمہاری غلطیوں کو معاف کر رہے ہیں، تمہارے اوپر کسی قسم کی ظلم وزیادتی نہیں ہوگی، رسول اللہ جن چیزوں سے اپنا تحفظ کریں گے ان سے تمہارا بھی تحفظ کریں گے، تمھارے ذمے کھجوروں کی پیداوار ہے، اگر تم سمع وطاعت سے کام لوگے تو رسول اللہ تمہارے معزز لوگوں کی عزت کریں گے اور خطاوار کو معاف کر دیں گے، تمہارے اوپر امیر تم میں سے مقرر کیا جائے گا یا رسول اللہ کے لوگوں میں سے۔ (طبقات ابن سعد) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی قبائل بنی غادیا، اُہل حرباء، اور اُذرح کے لیے دستاویزات تحریر فرمائیں، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی جماعتوں کو اسلامی ریاست کا شہری قرار دیا۔ جو اپنے اوپر مقرر ٹیکس ادا کرتے تھے اور اسلامی ریاست کے اقتدار اور امن وامان سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

Scanned with CamScanner

بجٹ 23-2022 اقلیتوں کیلئے مایوس کن

ڈاکٹر جاوید عالم خان

وزارت برائے اقلیتی امور اقلیتوں کے لیے ایک سالانہ بجٹ مختص کرتی ہے۔وزارت کے سال 22-2021 بجٹ تخمینہ کے 4,810 کروڑ سے بڑھا کر اس سال 23-2022 کے بجٹ تخمینہ میں 5020 کروڑ کر دیا گیا ہے۔اس طرح سال 22-2021 میں موما (MoMA) کیلئے جو 4810 کروڑ روپے مختص کئے گئے تھے اس میں محض 210 کروڑ کی زیادتی کی گئی ہے۔جو کہ مجموعی تناسب کا صرف 4 فیصد ہی ہے حالانکہ وزارتیں عموماً ہر سال تقریباً 10 فیصد بجٹ اضافہ کرتی ہیں۔مزید یہ کہ وزارت برائے مالیات نے گزشتہ برس 22-2021 کے بجٹ تخمینہ 4810 کو بھی اسکے نظر ثانی شدہ بجٹ تخمینہ میں 476 کروڑ کی کٹوتی کر دی ہے۔اس سال 23-2022 کے بجٹ تخمینہ میں حکومت نے جہاں اسکالرشپ اسکیموں میں 134 کروڑ کی زیادتی کی ہے وہیں مولانا آزاد ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے بجٹ کو بالکل ہی ختم کر دیا ہے،اسی طرح مدرسہ ماڈرنائزیشن پروگرام، اسکل ڈیولپمنٹ ،قومی وقف بورڈ اور ایس سی ایس ٹی و شیڈول کاسٹ ویلفیئر نیز سوشل سیکیورٹی ویلفیئر مد کے بجٹ میں کٹوتی کر دی ہے جس کا مجموعی شمار 201.07 کروڑ ہے۔

سال 20-2019 میں موما (MoMA) نے 5,795.26 کروڑ روپئے کا مطالبہ کیا تھا لیکن اسکے لیے محض 4,700 کروڑ ہی مختص کیے گئے۔اس 4700 کروڑ مختص کیے گئے فنڈ میں سے بھی موما (MoMA) نے سال 19-2018 اور 20-2019 میں مکمل فنڈ کو خرچ نہیں کیا باوجود اس کے کہ اقلیتی طبقہ تعلیمی اور معاشی محرومیوں کا شکار تھا۔لہذا سال 19-2018 میں 1.8 کروڑ روپئے وزارت کو واپس کر دیا گیا۔اور اس طرح تعلیم اور ہنرمندی کی ترقی سے متعلق اہم اسکیموں میں فنڈز کا کم استعمال کیا گیا تھا حالانکہ یہ اسکیمیں اقلیتوں کی ترقی کے لئے بہت ضروری تھا۔اس بات کا بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ موما (MoMA) میں بجٹ کے لحاظ سے متعدد شعبوں کو ترجیح دی گئی ہے۔اس میں سب سے زیادہ جس چیز کو ترجیح دیا گیا ہے وہ ہے تعلیم کو فروغ دینا 50.27% اس میں اسکالرشپ اسکیمیں بھی شامل ہیں۔نیز پردھان منتری جن وکاس کاریہ کرم (PMJVK) جیسے ترقیاتی پروگرام میں 30.28% ہے اسی طرح ترجیحات کے دیگر کام یہ ہیں: ہنرمندی (12%) اسی طرح دیگر اداروں اور خصوصی ضروریات کے لئے 5.9% فیصد۔

تجزیہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حکومت نے اقلیتوں کے ساتھ بجٹ کو مختص کرنے میں بالکل ہی سوتیلا برتاؤ کیا ہے،اور جس طرح انہیں خاطر خواہ اہمیت دینے کی ضرورت تھی حکومت نے ایسا نہیں کیا۔لہذا اس بجٹ سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ حکومت وزارت برائے اقلیتی امور کے بجٹ میں اضافہ کر کے کم سے کم 10 ہزار کروڑ مختص کرے نیز 15 نکاتی پروگرام کی عمل درآمدگی کو مزید چست اور درست کرے،ساتھ ہی 15 نکاتی پروگرام کے تحت ہونے والے بجٹ اور مستفیدین کے اعداد و شمار کو برائے اقلیتی بہبود کی ویب سائٹ پر مہیا کرائے،اور اگر ممکن ہو سکے تو 15 نکاتی پروگرام کے فنڈ کو بجٹ ہیڈ کے ذریعے صوبائی اور ضلعی حکومتوں تک بھیجا جائے جیسا کہ دلت اور آدیسیو اسی بجٹ میں کیا جارہا ہے۔

آزادی کے بعد اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کے اقتصادی اور تعلیمی پسماندگی کی ایک بڑی وجہ حکومت کی طرف سے ترقی کے لیے کی گئی کوششیں کمزور رہی ہیں۔اور یہ کمزوریاں کئی سطح پر دیکھنے میں آرہی ہیں۔ترقی کے لئے سرکاری پالیسیوں میں کمی، بجٹ مختص کرنے میں غیر برابری اور حکومت کی پالیسیوں کے نفاذ میں کمزوری۔سال 07-2006 کے بعد مذہبی اقلیتوں کیلئے دو منصوبوں کو شروع کیا گیا ہے: (1) وزیراعظم کا نیا 15 نکاتی پروگرام (PM's New 15 Points program) اور (2) 90 اقلیتی اکثریتی اضلاع کیلئے ملٹی سکٹرال ڈیولپمنٹ پروگرام (MSDP)۔ان پروگراموں اور اسکیموں کا بنیادی طور پر مقصد تعلیمی اور معاشی میدانوں میں اقلیتوں کو بااختیار بنانا ہے نیز اُنکی عوامی خدمات تک رسائی، ساتھ-ساتھ ان کے علاقے کی ترقی کے پروگراموں پر عمل کیا جائے اقلیتوں کی ترقی کے لیے MSDP کا اہم رول مرد وخواتین کی خواندگی کا بڑھانا، مرد وخواتین کے کام میں شرکت کا اضافہ کرنا، رہائش اور پینے کا پانی اور بجلی کی فراہمی وغیرہ۔اس پروگرام کا ایک اور مقصد ان اضلاع میں اقلیتوں کی ترقیاتی غیر برابری کو بھی دور کرنا تھا۔

وزیراعظم پندرہ (15) نکاتی پروگرام کا سال 2006 میں آغاز کیا گیا تھا جس کا مقصد تھا کہ جہاں بھی ممکن ہو سرکاری محکموں اور وزارتوں میں اقلیتوں کی ترقی کیلئے 15 فیصد فنڈ کو مختص کیا جائے گا۔اس پروگرام کا ہدف تھا کہ اقلیتوں کی تعلیمی فروغ، معاشی سرگرمیوں اور روزگار کے مواقع میں مساوی حصہ داری ساتھ ہی ساتھ انکی زندگی بہتر بنانے کے لیے کام کرنا تھا۔مزید اس کے ذریعے مسلم اکثریتی علاقوں میں اردو میڈیم اسکول کھولنے اور تعلیم میں منصفانہ حصہ دینے پر بھی زور دیا گیا ہے جیسے کہ انٹیگریٹڈ چائلڈ ڈیولپمنٹ سروسز (Child Integrated Services Development)، سروشکشا ابھیان (SSA)، صنعتی تربیتی ادارے (ITI کستوربا گاندھی بالکا ودیالیہ (KGBVs) اور مدرسہ ماڈرنائزیشن پروگرام۔

سال 2-2001 میں و (SSA) کے اہداف کی تکمیل کرتے ہوئے شروع کیا گیا تھا کہ ہر بچہ اسکول میں پڑھے اور بہتر تعلیم حاصل کریں۔بچوں کا فری اور لازمی حق تعلیم (RTE) ایکٹ 2009 اس بات کے لئے کوشاں ہے کہ 31 مارچ 2013 تک تمام محلوں علاقوں یا پڑوس کے علاقوں میں اسکولوں کو قائم کیا جائے۔حالانکہ مشاہدہ اس بات کا رہا ہے کہ اس ضمن میں پیش رفت بہت ہی دھیمی رہی ہے۔

15 نکاتی پروگرام کے تحت اسکالرشپ اسکیم اور مولانا آزاد ایجوکیشن فاؤنڈیشن (MAEF) بھی آتے ہیں جنکا مقصد اقلیتی برادریوں میں تعلیمی پسماندگی کو دور کرنا ہے۔وہ اسکیمیں اس طرح ہیں: پری میٹرک اسکالرشپ، پوسٹ میٹرک اسکالرشپ، انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ میں تکنیکی اور پیشہ وارانہ کورسز کے طلبہ کے لئے میرٹ کم مینس اسکالرشپ، مسابقاتی امتحانات کے لئے مفت کوچنگ اور اس سے منسلک اسکیمیں، ایم فل (M.Phil) اور پی ایچ ڈی (PhD) کرنے والے اقلیتی طلباء کے لئے مولانا آزاد نیشنل فیلوشیپ وغیرہ۔

ان تمام اسکالرشپ اسکیموں کو حاصل کرنے کے لیے کچھ شرائط بھی ہیں کہ طالب علم نے پچھلے فائنل امتحان میں پچاس (50) فیصد سے کم نمبر نہ حاصل کیا ہو، ایک ہی وقت میں ایک ہی خاندان کے دو سے زیادہ طالب علم کو اسکالرشپ نہیں دیا جائے گا۔پری میٹرک کے طلبہ کی سالانہ آمدنی ایک 1 لاکھ سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے نیز پوسٹ میٹرک کے لئے 2 لاکھ سے زیادہ آمدنی نہیں ہونی چاہیے۔میرٹ کم مینس کے لیے یہ حد 2.5 لاکھ روپئے ہے جبکہ مولانا آزاد فیلوشپ کے لیے یہی حد 4.5 لاکھ روپئے ہے۔مدرسہ ماڈرنائزیشن پروگرام کے دو اجزاء ہیں ایک یہ کہ مدارس میں معیاری تعلیم فراہم کرنے کی اسکیم (Scheme To Provide Quality Education In Madrasas) اور دوسری اسکیم برائے انفرااسٹرکچر ڈیولپمنٹ۔ مائنارٹی انسٹی ٹیوٹ (Scheme for Infrastructure Development in Minority Institutes)۔SPQEM مدرسہ کے اساتذہ کو سائنس، ریاضی اور سماجی علوم جیسے رسمی مضامین پڑھانے کے لئے مالی مدد فراہم کرتا ہے جبکہ IDMI کو نجی امداد یافتہ غیر امدادی اقلیتی اداروں میں انفرا اسٹکچر کو بڑھانے کے لئے عمل میں لایا گیا ہے، اتر پردیش اور بہار کے تجربات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ یہ مدارس کے لیے ایک مفید اسکیم ہے لیکن اس اسکیم کی بھاری مانگ کے سامنے بجٹ کی فراہمی ناکافی ہے۔تقریباً 2 سالوں سے اساتذہ مدارس کی تنخواہوں کے جاری ہونے میں تاخیر ہورہی ہے۔مسلمانوں میں تعلیمی پسماندگی کی سطح کو دیکھتے ہوئے حکومت کے ذریعہ اسکالرشپ اسکیموں میں پایا جانے والا فنڈ ابھی بھی ناکافی ہی ہے۔سال 21-2020 میں اسکالرشپ کے لیے کل 110 کروڑ طلباء نے اپلاء کیا تھا جس میں سے حکومت نے محض 58 لاکھ پری، پوسٹ اور میرٹ کم مینس اسکالرشپ کو منظوری دی اور اس طرح 52 لاکھ اسکالرشپ کو حکومت نے مسترد کر دیا۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۵/۳۲۷/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گوگری، کھگڑیا)

نصرت پروین بنت محمد کلیم متھراپور بنٹولیہ، تھانہ و ضلع کھگڑیا۔فریق اول

بنام

محمد سونو ولد محمد مبارک مقام بلواڈاکخانہ نیموپور ضلع مظفرپور۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ گوگری ضلع کھگڑیا میں غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے،اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲۰رفروری ۲۰۲۲ء روز اتوار بوقت ۹ربجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۳/۱۸۶/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بھوانی پور پورنیہ)

سونی خاتون بنت محمد مختار، مقام چھپن ڈاکخانہ رگھوناتھ پور ضلع پورنیہ ۔فریق اول

بنام

محمد چاند ولد محمد شمشیر مرحوم مقام وڈاکخانہ...... ضلع کلکتہ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ بھوانی پور پورنیہ میں عرصہ پانچ سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲۷ررجب ۱۴۴۳ھ مطابق یکم مارچ ۲۰۲۲ء روز منگل بوقت ۹ربجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۲۵/۳۰۵۳/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مظفرپور)

حسن آرا بنت اطیع اللہ مقام سنگم چوک برہمپورہ ڈاکخانہ ایم آئی ٹی مظفرپور۔فریق اول

بنام

جابر عالم عرف منٹو ولد رحیم اللہ مقام سنگم چوک برہمپورہ ڈاکخانہ ایم آئی ٹی مظفرپور۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مظفرپور میں عرصہ ۳رسال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے،اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۳رشعبان ۱۴۴۳ھ مطابق ۷رمارچ ۲۰۲۲ء روز سوموار بوقت ۹ربجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۸/۴۹۰/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بالاساتھ سیتامڑھی)

نسیمہ خاتون بنت محمد سمیرُل، مقام برہنڈا وارڈ نمبر ۳، ڈاکخانہ برہنڈا بلاک کھیماٹی پٹی ضلع مظفرپور۔فریق اول

بنام

محمد فاروق ولد شنومیاں مقام منوہر سکاری ٹولہ وارڈ نمبر ۶، ڈاکخانہ پوچھری بلاک بنیاپور ضلع سارن۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ بالاساتھ سیتامڑھی میں ایک مدت سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲رشعبا ۱۴۴۳ھ مطابق ۶رمارچ ۲۰۲۲ء روز اتوار بوقت ۹ربجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

طب وصحت

کینسر سے کیسے بچیں

محمد فیصل خان

کینسر ایک جان لیوا مرض ہے۔ دنیا میں ہر سال تقریبا ۷۰ر لاکھ سے زائد افراد اس خطرناک بیماری میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، یہ بیماری پھیپھڑوں، بریسٹ، منہ، حلق، ہونٹ اور جگر وغیرہ کا کینسر زیادہ پایا جاتا ہے، بچوں میں بھی مختلف اقسام کے کینسر کی شرح بڑھ رہی ہے، بلڈ کینسر، ہڈیوں کا کینسر، آنکھوں اور گردوں کے کینسر کا زیادہ شکار ہو رہے ہیں، موٹاپا کینسر کا ایک اہم سبب ہے، اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، مرد ایسی جگہوں پر کام کرتے ہیں، جہاں کیمیائی اجزاء کا اخراج ہوتا ہے، جیسے کہ فصلوں میں کیڑے مار ادویات، سیمنٹ اور ادویات سازی، اور ایسی فیکٹریاں یا کارخانے وانڈسٹریز جہاں کیمیکل اجزاء کا اخراج ہوتا ہو وغیرہ۔ عام طور پر جسم کے کسی بھی عضو میں خلیات کا بڑھنا ہے، جو عام طور پر رسولی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اس کے علاوہ دیگر وجوہات میں وزن کا گھٹنا، بخار کا رہنا اس کے علاوہ خون کی کمی، فضلے، پیشاب میں خون آنا، کھانسی کے ساتھ خون آنا۔ خواتین کے بریسٹ میں گھٹلی یا گومڑ کا بننا۔ مخصوص ایام کے علاوہ بی خون کا آنا کسی چیز کے نگلنے میں تکلیف کا ہونا۔ اگر یہ علامات ہوں تو فورا کینسر کا ٹیسٹ کروانا چاہیے۔

ایک تحقیق کے مطابق مردوں میں کینسر کے مریض زیادہ ہونے کی وجہ ان کا لائف اسٹائل ہے۔ اس کی وجہ مردوں کا زیادہ تمباکونوشی اور شراب نوشی کرنا بھی ہے۔ سب سے خطرناک بیماری کینسر کیوں ہوتا ہے؟ اس کے ہونے اسباب تلاش کرلیے جائیں تو ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں، جن سے کینسر سے بچاؤ ممکن ہو۔ لیکن اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے کہ کینسر کیوں ہوتا ہے؟ ماہرین نے اس کا کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا، اس کی وجہ کینسر کی بے شمار اقسام ہیں۔ ہر قسم کے کینسر کی وجہ الگ ہوتی ہے۔ لیکن اس کی بنیادی وجہ ناقص غذا، ہوا، آلودگی ہر قسم کی فضائی، آبی تاب کاری، زرعی ادویات، نشہ ہر قسم کا، ماحولیاتی آلودگی بھی اس کا ایک اہم سبب ہے۔ یہ بات قارئین کے لیے بڑی اہم ہوگی کہ کینسر کی کوئی خاص وجوہات کا علم نہیں ہوسکا ہے۔ ایک ملک کے معروف روحانی اسکالر کا کہنا ہے کہ کینسر صرف بیماری ہی نہیں ہے بلکہ ہماری طرز زندگی کا ردعمل بھی ہے۔ اس کی سینکڑوں ماحولیاتی وجوہات ہیں اور ہمارے طرز زندگی کے علاوہ ہماری غذا کے ساتھ ساتھ روحانی ونفسیاتی وجوہات بھی ہیں جو میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ زندگی کا اعتدال سے ہٹ جانے پر کینسر ہوسکتا ہے۔ مردوں میں سر، حلق، زبان، اور منہ کے علاوہ پھیپھڑوں کے کینسر کی شرح بہت زیادہ ہے۔ اس میں پھیپھڑوں کا کینسر سب سے زیادہ ہے۔

اس کے علاوہ جگر کا کینسر دوسرے نمبر پر ہے۔ خواتین اپنے سے زیادہ اپنے شوہر اور بچوں کا خیال رکھتی ہیں اور خود ناکافی غذا کھاتی ہیں، اس طرح ان کو متوازن خوراک نہیں ملتی اور متوازن غذا کی کمی کی وجہ سے بھی کینسر کی شکار ہوسکتی ہیں۔ اسی طرح مرچ مصالحے، بند ڈبوں کے کھانے، سگیٹ نوشی کرنے سے پھیپھڑوں کا کینسر ہوتا ہے جبکہ سیمنٹ کا کام کرنے والے اور جو کان کنی کا کام کرتے ہیں، ان میں کینسر کا تناسب زیادہ ہوتا ہے۔ کینسر سے بچاؤ کے لیے جہاں تک احتیاطی تدابیر کا ذکر ہے۔ اس کا تعلق طرز زندگی سے ہے، اگر ہم اپنا لائف اسٹائل بدل لیں تو ان میں کینسر کے امکانات کم ہو سکتے ہیں۔ سادہ زندگی گزاریں، عبادات پابندی سے کریں، مرغن غذاؤں سے پرہیز، ہر قسم کے نشہ سے دور رہیں، ورزش کی پابندی، صبح تازہ ہوا میں چہل قدمی، صفائی بدنی، گھر، اور جہاں کام کرتے ہیں اس کا خیال رکھیں، قبض نہ ہونے دیں، متوازن غذا کا استعمال، صاف پانی استعمال کریں، مرض کی بروقت تشخیص، ڈپریشن سے بچاؤ، آلودگی سے بچاؤ، بروقت تشخیص کسی بھی مرض کے علاج کے لیے بہت ضروری ہوتی ہے، اس کے بغیر علاج ممکن ہی نہیں ہے۔ کینسر میں تشخیص کا دارومدار اس پر ہے کہ کینسر کس عضو میں ہے، بروقت تشخیص، موثر علاج، احتیاطی تدابیر، روزانہ ورزش، سبزیوں کے استعمال سے کینسر کے متعلق ۴۰ سے ۵۰ فیصد بیماریوں سے بچاؤ ممکن ہے۔ کولوں کینسر کی ایک ایسی قسم ہے، جس کا تناسب بڑھتا جارہا ہے، اس کا علاج قبض نہ ہونے دینا، متوازن غذا ہی بچاؤ کا طریقہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبض کو امراض کی ماں قرار دیا ہے۔

جگر کا کینسر ہیپا ٹائٹس بی اور سی والے مریضوں میں ہوتا ہے، اس لیے یرقان سے بچاؤ کے حفاظتی ٹیکے لگوالینا چاہیے، ہیپا ٹائٹس کا بروقت علاج جگر کے کینسر سے بچاؤ کا علاج ہے۔ جدید سائنس میں الٹرا ساؤنڈ بنیادی تشخیص کا درجہ رکھتا ہے۔ سب سے پہلے سرجری کے ذریعہ کینسر کا علاج کیا جاتا تھا۔ اس سے پہلے اس عضو کو کاٹ دیا جاتا تھا، جو کینسر زدہ ہوتا تھا۔ ماہرین نے سوچا یہ کوئی مستقل، دائمی اور حتمی طریقہ علاج نہیں ہے۔

گزشتہ دو تین دہائیوں سے کینسر کے علاج کے سلسلے میں کافی پیش رفت ہوئی ہے۔ مثلا بچوں میں پائے جانے والے کون کے کینسر اور خواتین میں بریسٹ کینسر کا علاج کافی حد تک ممکن بنا لیا گیا ہے۔ جدید تحقیقات کے ذریعے اب کینسر کے خلیات کی درست تشخیص کرکے ان کی ادویات بنائی گئی ہیں۔ ادویات کے علاوہ کینسر کا علاج اب ریڈی ایشن کے ذریعہ بھی کیا جارہا ہے۔ اس کے لئے تمام اقسام کے کینسرز کے لیے، تجربات اور ادویات سازی کا کام جاری ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق ادویات سے کافی حد تک کینسر کا علاج ممکن ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں کینسر کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہورہا ہے۔ اب تک تو ترقی یافتہ ممالک اور ترقی پذیر ممالک میں کینسر کے کیسیز کی تعداد برابر ہے، لیکن آئندہ دس سالوں میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ترقی پذیر ممالک میں ان کی تعداد ۷۵ فیصد تک بڑھ جائے گی۔

H O W کی ایک رپورٹ کے مطابق 2005-2021 کے عشرہ میں آٹھ کروڑ چالیس لاکھ افراد کینسر کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے جائیں گے۔ اگر مناسب تدابیر اور علاج مہیا کردی جائیں تو اس میں خاطر خواہ کمی لائی جاسکتی ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

ممبران پارلیمنٹ اور اسمبلی کے خلاف عدالتوں میں مقدمات زیر التوا

ایم پی۔ ایم ایل اے کے خلاف ملک بھر کی عدالتوں میں ۴ر ہزار ۹۸۴ر فوجداری مقدمات زیر التوا ہیں، جبکہ گزشتہ تین برسوں میں مزید ۸۶۲ر کیس درج کئے گئے ہیں۔ سپریم کورٹ کو بتایا گیا ہے کہ ملک بھر میں مختلف سیشن اور مجسٹریٹ عدالتوں مین سابق اور موجودہ ممبران پارلیمنٹ اور ایم ایل ایز کے خلاف مجموعی طور پر ۴ر ہزار ۹۸۴ر مقدمات زیر التوا ہیں، سینئر ایڈوکیٹ وجے ہنساریہ کے ذریعہ سپریم کورٹ میں داخل کی گئی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سپریم کورٹ کی طرف سے متعدد ہدایات اور مسلسل نگرانی کے باوجود ۴ر ہزار ۹۸۴ر مقدمات زیر التوا رہیں، جن میں سے ایک ہزار ۸۹۹ر مقدمات پانچ سال سے زیادہ پرانے ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ۴ر دسمبر ۲۰۱۸ء کے بعد دو ہزار ۷۷۵ر مقدمات کے نمٹائے جانے کے بعد بھی ایم پیز اور ایم ایل ایز کے خلاف کیسیز چار ہزار ۱۲۲ر سے بڑھ کر ۴ر ہزار ۹۸۴ر ہوئے، جن میں سے ۳ر ہزار ۳۲۲ر مجسٹریل جبکہ ایک ہزار ۶۵ر سیشن کورٹ کے کیس ہیں۔ یہ رپورٹ وکیل اور بی جے پی لیڈر اشونی کمار اپادھیائے کی طرف سے ۲۰۱۶ء میں دائر کی گئی درخواست پر سامنے آئی ہے۔

این آر سی کے چکر میں ۶۰ر سال کے مانک داس نے کی خودکشی

آسام کے موریگاؤں ضلع میں ایک ۶۰ر سالہ شخص نے مبینہ طور پر خودکشی کرلی۔ واضح رہے کہ مانک داس نامی یہ بزرگ فارنرز ٹریبونل (ایف ٹی) کے سامنے اپنی شہریت ثابت کرنے کے لیے قانونی لڑائی لڑ رہا تھا۔ مانک داس بورکھل گاؤں کا رہنے والا تھا، اہل خانہ کا دعویٰ ہے کہ مانک داس نے ٹریبونل کی کارروائی کے دوران ڈپریشن اور ذہنی اذیت کی وجہ سے خودکشی کی۔ مانک داس دسمبر 2019 سے ایف ٹی کے سامنے اپنی شہریت ثابت کرنے کی لڑائی لڑ رہا تھا، اس کا نام چند ماہ قبل شائع ہونے والے نیشنل رجسٹر فار سیٹیزن میں شامل کیا گیا تھا۔

یوپی میں ۲۰ر فیصد امیدواروں کے خلاف سنگین مقدمات

یوپی کے انتخابات میں حصہ لینے والے ۲۰ر فیصد امیدواروں کے خلاف سنگین جرائم کے مقدمات درج ہیں۔ ایسے امیدوار تقریبا تمام پارٹیوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے کئی کے خلاف قتل، اقدام قتل اور عصمت دری کے مقدمات درج ہیں۔ یہ اعداد و شمار انتخابی اصلاحات کے لئے کام کرنے والی تنظیم ایسوایشن فار ڈیموکریٹک ریفارمز (اے ڈی آر) کی جانب سے امیدواروں کے انتخابی حلف ناموں سے نکالے گئے ہیں۔ اس کے لئے صرف ان امیدواروں کا انتخاب کیا گیا جو ان نشستوں پر الیکشن لڑ رہے ہیں۔

شراب بندی کے نفاذ میں کسی طرح کی کوتاہی ناقابل برداشت: وزیر اعلیٰ بہار

وزیر اعلیٰ بہار جناب نتیش کمار نے محکمہ آبکاری کی ایک خصوصی میٹنگ میں کہا کہ بہار شراب بندی کے نفاذ میں کسی طرح کی کوتاہی نہ ہو، شراب مافیا کے گروہوں کو نیست و نابود کریں، شراب کے حقیقی دھندہ باز بچ نہیں پائیں۔ انہوں نے کہا کہ پولیس اور محکمہ شراب بندی مشترکہ طور سے پوری مستعدی سے کام کریں۔ شراب بندی سے متعلق معاملات کی سماعت میں تیزی لائیں۔ ضبط شدہ شراب کو تلف کرنے کا عمل تیزی سے ہو۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ راجدھانی پٹنہ مین شراب بندی کے نفاذ پر خصوصی نظر رکھیں، شراب نوشی کرنے والوں اور پلانے والوں کی نشاندہی کرکے کارروائی کی جائے۔ انہون نے کہا کہ پہلے کرائے گئے سروے سے پتہ چلا تھا کہ ار کروڑ ۶۴ر لاکھ لوگوں نے شراب بندی کے بعد شراب پینا چھوڑ دیا ہے۔ اس کا دوبارہ جائزہ لیں کہ اب اس کی تعداد کتنی بڑھی ہے۔ قانون کے ذریعہ شراب بندی کے حوالے سے کی جانے والی کارروائیوں پر مسلسل نظر رکھیں۔ کوتاہی کرنے والے سرکاری افسران، ملازمین کے خلاف سخت کارروائی کریں۔

اعظم خان کو سپریم کورٹ نے ضمانت کے لیے الہ آباد ہائی کورٹ جانے کا دیا مشورہ

سماجوادی پارٹی کے قدآور لیڈر اور رام پور سے رکن پارلیمنٹ اعظم خان کو اس وقت بڑا جھٹکا لگا جب عدالت عظمیٰ نے ان کی عبوری ضمانت کی درخواست کو سننے سے انکار کردیا۔ سپریم کورٹ نے اعظم خان کو الہ آباد ہائی کورٹ جانے کا مشورہ دیا ہے۔ سپریم کورٹ میں کہا گیا کہ یہ معاملہ عدالت عالیہ میں زیر التوا ہے، لہذا درخواست ضمانت پر سماعت بھی وہیں کی جانی چاہئے۔ دریں اثنا، سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کو بھی ہدایت دی ہے کہ وہ اعظم خان کے معاملہ کی جلد سماعت کرے۔ اس کے بعد اعظم نے اپنی درخواست ضمانت واپس لے لی۔ خیال رہے کہ یوپی کی سیتاپور جیل میں بند ہیں، اعظم خان نے اسمبلی انتخابات میں حصہ لینے کے لیے عبوری ضمانت پر رہائی کی درخواست کی تھی۔ درخواست میں اعظم خان نے الزام عائد کیا ہے کہ یوپی حکومت ان کے معاملہ کو جان بوجھ کر لٹکا رہی ہے تاکہ وہ اپنی انتخابی مہم میں حصہ نہ لے سکیں۔ سماعت کے دوران اعظم خان کی جانب سے کپل سبل نے کہا کہ میرے موکل کے خلاف 47 مقدمات ہیں۔ ہائی کورٹ ہماری بات سن رہا ہے لیکن ہمیں موقع نہیں دیا جارہا۔ میرے موکل کے خلاف سیاست کی جارہی ہے۔ اس پر عدالت عظمیٰ نے فوراً کہا کہ یہاں سیاست کی بات نہ کی جائے۔

Volume:62/72,Issue:07 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

نوا پیرا ہوا اے بلبل کے ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تن نازک میں شاہیں کا جگر پیدا (علامہ اقبال)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

ملک کے بے روزگار نوجوان مرکزی حکومت کو سبق سکھانے کے لئے تیار

پروفیسر صفدر امام قادری

جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے مختلف مکاتبِ فکر کے افراد بھارتیہ جنتا پارٹی کی پالیسیوں کی گہرائی سے جانچ کرتے ہوئے اور ان کے دکھائے ہوئے اشارے اور حقیقی امور کے فرق کو گہرائی سے محسوس کرنے لگے ہیں۔ الگ الگ فیصلوں کے اجتماعی فوائد یا نقصانات کیا ہیں، اس پر ہر طبقے میں منتھن شروع ہو رہا ہے اور مندر مسجد یا ہندو مسلمان کے خانوں کی تقسیم سے نکل کر حقیقی زمین پر بھارتیہ جنتا پارٹی کے کاموں کا جائزہ لیا جانا شروع ہو چکا ہے۔ کورونا کی وبا نے سی۔اے۔اے۔ اور شہری ترمیماتی قانون کے ردِ عمل میں اٹھے ملک گیر ہنگاموں کو اگرچہ روک دیا، مگر یہ بھی ہوا کہ حکومت کو بھی ابھی تک اس سے پیچھے رہنے پر ہی مجبور ہونا پڑا۔ ان دو برسوں میں عجلت میں کئی پالیسیاں ایسی بنائی گئیں، جنھیں بتایا تو یہ گیا کہ کورونا کے سبب عوامی مفاد میں مستقبل کو دیکھتے ہوئے ایسے فیصلے کیے جا رہے ہیں مگر نتائج ٹھیک اس سے مختلف اور بعض اوقات معکوسی نظر آ رہے ہیں۔

موجودہ حکومت کی طرف سے نوجوانوں کے مفاد کے نام پر سب سے پہلا فیصلہ مالی اعتبار سے کمزور ان افراد کے ریزرویشن دینے کا فیصلہ ہوا جو اعلا طبقات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سلسلے سے بل ایک دن میں پارلیامنٹ میں آیا اور دوسرے دن دس فی صدر یزرویشن دینے کے لیے منظوری عطا ہو گئی۔ اشارے اشارے میں جو مرکزی حکومت نے اپنی حلیف جماعتوں اور اپنے زیرِ انتظام ریاستوں کو غیر رسمی حکم نامے پیش کیے اور یہ ملک کے دو تہائی صوبوں میں بھی صوبائی ملازمتوں کے نافذ ہو گیا۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ ایک چھوٹے سے فیصلے کے پہلے ملک کے طول و عرض میں عوامی بحث ہوتی ہے، صوبائی حکومتوں کی آرا لی جاتی ہے اور پھر تب مرکزی سطح پر کوئی فیصلہ لینے کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اس پورے پروسس کو آزمائے بغیر حکومت نے جس شب خونی انداز میں کشمیر کے لیے پالیسی نافذ کی، ٹھیک اسی طرح راتوں رات یہ فیصلہ نافذ کر دیا۔ یہاں یہ چیز قابلِ ذکر ہے کہ منڈل کمیشن کی سفارشات کے نفاذ کے لیے دس برسوں تک حکومت نے انتظار کیا تھا مگر بغیر کسی کمیشن اور بغیر کسی ہمہ جہت جانچ پڑتال کے یہ فیصلہ کیا گیا۔

کہنے کو یہ فیصلہ بے روزگاروں کی موافقت میں تھا اور اعلا طبقات کے مالی اعتبار سے کمزور حلقے کو اس کا فائدہ ملنا مقصود تھا۔ اب تک ہمارے پاس جو اعداد و شمار ہیں، یہ واضح کرتے ہیں کہ دس فی صد کا جو کوٹہ مخصوص ہوا، وہ ریزرویشن کے کل تناسب کے اعتبار سے غیر متناسب ہے۔ اس کا نتیجہ ہزاروں ملازمتوں کے کٹ آف میں دیکھا جا سکتا ہے جہاں پسماندہ طبقات کے کٹ آف سے بہت نیچے تک ای۔ڈبلیو۔ایس۔ (مالی اعتبار سے کمزور طبقات) کے نمبر پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اتنی عجلت میں یہ فیصلہ کیوں کیا گیا اور اسی زمانے میں ماہرین نے اسے حکومت کی سازش قرار دیا تھا، وہ درست تھا۔ لوگوں نے اسے بجا طور پر ریزرویشن کے قانون میں سیندھ ماری تسلیم کیا تھا۔

کورونا کے پہلے ہی مرحلے میں اس زمانے میں جب لاک ڈاؤن قائم تھا اور عوامی سواریاں نہیں چل رہی تھیں، اس زمانے میں وزیرِ تعلیم اور وزیرِ داخلہ نے مل کر قومی سطح کے نیٹ امتحان کو یقینی بنانے میں کامیابی حاصل کی۔ وہ امتحان آن لائن لیا گیا اور حکومت نے اعلان کیا کہ کسی بھی طالب علم کا سنٹر دو سو کیلومیٹر سے زیادہ دور نہیں ہوگا۔ جب عوامی ذرائع کے وسائل نہ ہوں تو دو سو کیلومیٹر اور دو ہزار کیلومیٹر کی دوری کی یکساں اہمیت ہے۔ حکومت نے کمزور طبقے کے لوگوں کو یہ موقع دیا کہ وہ امتحان چھوڑ دیں۔ جن کے پاس نجی گاڑیاں ہیں انھیں امتحان مرکز تک پہنچنے کی سہولت تھی اور انھوں نے ہی امتحان دیا اور کامیاب ہوئے۔ اس زمانے میں بھی یہ سوالات اٹھے تھے کہ اتنی مشکل صورت حال میں حکومت کو امتحان لینے کی ایسی بے صبری کیوں ہے؟ ان بچوں کی دسویں اور بارہویں جماعت کے امتحانات نہیں کرائے جا سکے تھے مگر نیٹ کا امتحان ان کے لیے سب سے ضروری امتحان تھا؛ کیوں کہ اس کی بنیاد پر لوگوں کو ڈاکٹر بننا تھا۔ حکومت نے جب جینے مرنے پر عام لوگ سولی پر چڑھے ہوئے تھے، تب ان کی اولاد کس قدر پڑھ سکی ہوگی اور مقابلہ جاتی طور پر مارچ سے اگست تک خود کو تیار کر سکی ہوگی۔ لاکھوں بچوں کے ماں باپ کی روزی سلب ہو چکی تھی اور کروڑوں گھروں میں بھوک مری کی کیفیت تھی۔ اس طبقے سے آنے والے بچوں نے کیا خاک آنے والے امتحان کی تیاری کی ہوگی۔ سرکار نے فوری طور پر امتحان لینے کی سازش کر کے خاموشی سے یہ کھیل کر دیا کہ بھرے پُرے خاندان کے بچے میڈیکل کی آسامیاں لوٹ لیں۔ ہر چند کہ حالات معمول پر اب تک نہیں آ سکے ہیں مگر ۲۰۲۱ء میں بھی اسی طرح امتحانات ہوئے اور ۲۰۲۲ء میں بھی مئی مہینے میں ایسے امتحانات کی تاریخوں کا اعلان کیا جا چکا ہے۔ یہ معمولی بات نہیں کہ تین برس اگر اعلا طبقات کے افراد بڑی تعداد میں میڈیل کالجز میں بھر جائیں اور کمزور لوگوں کے لیے محدود وسائل اور مشکل صورت حال کے سبب پچھڑ جانے کی مجبوری ہو تو اسے آخر کیا کہا جائے گا۔ سرکار کی طرف سے سماجی انصاف پر اور مساوی مواقع فراہم نہیں کرنے کا الزام بہر صورت لگے گا۔

گذشتہ دنوں مرکزی حکومت نے گروپ سی اور گروپ ڈی کے امتحانات کے لیے کورونا کی بنیاد پر ایک نئی صورت کا اعلان کیا کہ دونوں کے لیے ایک ہی امتحان ہوگا۔ اپنے آپ میں یہ صریحاً غلط فیصلہ تھا مگر اس سے بھی بڑی مشکل تب آئی جب گریجویٹس کے لیے طے شدہ کٹ آف مارکس پر ہی انٹرمیڈیٹ لیول کے لوگوں کے انتخاب کا سلسلہ شروع کرنے کا اعلان ہوا۔ جو لوگ کم ڈگری اور کم تنخواہوں کے لیے امیدوار ہوں، انھیں جان بوجھ کر کامیاب ہونے سے روکنے کی یہ ایک نئی سازش پیدا ہوئی۔ ملک کے مختلف حصوں میں امیدواروں نے سخت سردی کے باوجود ہنگامے کیے اور حکومت تک اپنی بات پہنچانے کی کوشش کی۔ ہر چند بہار اور یوپی میں پولیس نے ان بے روزگاروں پر بے رحم لاٹھیوں کی بارشیں بھی کیں مگر نوجوانوں کے غصے کو دیکھتے ہوئے حکومت کو اصلاح کے نقطۂ نظر سے ایک کمیٹی بنانے کا اعلان کرنا پڑا۔ امیدوار انتظار میں ہیں اور اگر ان کی ملازمتوں کو لوٹ لینے کی اگر یہ سازش پھر سے کھڑی ہوتی ہے تو وہ مزید طاقت سے سڑکوں پر آئیں گے۔ یہ کم عمر کے نوجوان بہار، یوپی، بنگال اور مدھیہ دیش جیسے معاشی اعتبار سے کمزور صوبوں میں کئی کروڑ کی تعداد میں ہیں۔ انھیں رفتہ رفتہ یہ احساس ستا رہا ہے کہ مرکزی حکومت قانون بنا کر سازش کرتی ہے اور ان کے حصے کی روزی چھین لی جاتی ہے۔ یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ اگر مختلف صوبوں میں ایسے امیدوار پھر سے سڑکوں پر آئیں گے تو سوئی ہوئی حکومت کو صرف بے دار نہیں کریں گے بلکہ انھیں کرسی سے اتار پھینکنے میں بھی وہ کامیاب ہوں گے۔ یہ یاد رہے کہ ۲۰۱۴ء کے انتخاب کے بارے میں یہ عام تصور تھا کہ نئے ووٹروں یعنی پہلی بار ووٹ کرنے والے لوگوں کی طاقت پر نریندر مودی نے فتح حاصل کی تھی اور پہلے پانچ برس تو اسی جوش اور جذبے میں بیت گئے بھارتیہ جنتا پارٹی نے لوگوں کی آنکھ میں دھول جھونک کر پھر سے کامیابی حاصل کر لی۔ مگر کیا اب کی بار وہ نوجوان ٹھگے ہوئے محسوس نہیں کر رہے ہیں؟

مرکزی حکومت نے اعلا انتظامی عہدوں کے لیے لیٹرل انٹری کے نام پر اپنے منہ بولے افراد کو سیدھے جوائنٹ سکریٹری کے عہدوں پر تقرر کر رہی ہے۔ تقریباً پچاس کے آس پاس ایسے افراد اپنی منزل تک پہنچ چکے ہیں جنھوں نے کوئی امتحان نہیں دیا، صرف ایک انٹرویو دے کر مرکزی حکومت میں جوائنٹ سکریٹری بن گئے۔ انھیں ہی پالیسیاں بنانی ہیں اور گاؤں دیہات یا شہر کے عام بچے جنھوں نے اپنی ہڈیاں گلا کر آئی۔اے۔ایس۔ بننے کا خواب پورا کیا، ان منتخب لوگوں کے نیچے اور ماتحتی میں گزارنا ہے۔ یہ سازش تو ہے ہی، ایک طرح سے غیر جمہوری اور غیر آئینی انداز سے حکومت کو چلانے کے لیے اشارہ بھی ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کو اسی طرح اپنے پوشیدہ سیاسی مقاصد پورے کرنے ہیں۔ کورونا کے دور میں اربوں اور کھربوں کے جو کھیل ہوئے، وہ سب کے سب مالی اعتبار سے مضبوط اور سماجی اعتبار سے ملائی دار طبقے کے حق میں ہوئے۔ مرکزی حکومت کو عام آدمی کی زندگی اور عام آدمی کی ضرورتوں سے کوئی مطلب نہیں۔ اگر عوامی بیداری نہ ہوئی تو اور آگے کیا کیا ہوگا، یہ کہنا مشکل ہے۔ سرکاری ملازمتیں تو بہ تدریج کم ہوئیں، ان میں کمزور لوگوں کا تناسب گھٹا اور اب اوپر سے بغیر کسی امتحان کے لوگوں کو داخلہ دے دینا ہے۔ رفتہ رفتہ ملک کے بے روزگار کسان بھائیوں کی طرح حکومت کی سازش کو سمجھنے لگے ہیں اور انھیں یہ بات بھی پتا ہے کہ اقتدار سے بے دخل کیے بغیر عام آدمی اور کمزور لوگوں کو انصاف نہیں مل سکے گا۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

(منیجر نقیب)

WEEK ENDING-14/02/2022, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail :naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner